جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

قرآنی عنوانِ انقلاب

751

فہرستِ مضامین

صفحہ	مضمون
۷	مقدمہ .. ..
۷	ضبط کی ضرورت .. ..
۷	اسلامی جماعت میں ضبط .. ..
۸	اس ضبط کا مقصد .. ..
۸	انقلاب کی طبعی رفتار .. ..
۹	صلح حدیبیہ کا مقام تاریخ اسلام میں .. ..
۱۲	امام ولی اللہ کا فکر .. ..
۱۳	سورۂ فتح کا قیمتی سبق .. ..
۱۵	موت قبول کرنے کی منزل .. ..
۱۵	قرآن اجماعی جنگ کا قائل ہے .. ..

Marfat.com

DATA ENTERED

مضمون	صفحہ
قومی انقلاب	١٦
تمہید	١٦
سورۂ فتح کا مرکزی واقعہ	١٨
صلح کا نتیجہ اور اثر	٢٢
انقلاب کیا ہے ؟	٢٣
مسلمانوں کی مضبوط پوزیشن	٢٣
جنگوں کا نقصان	٢٤
صُلح کا فائدہ	٢٤
نبی اکرم صلعم کی دو حیثیتیں	٢٥
معلم منتقم نہیں ہو سکتا	٢٩
جماعت میں جذبۂ انتقام	٣٠
جماعتی غلطیوں کی ذمہ داری لیڈر پر	٣١
صلح میں ایک پوشیدہ حکمت	١
صلح کا جواز	٢
"پچھلی" غلطیوں" کا ازالہ	٣
اگلی" غلطیوں" کا ازالہ	٣
انسان کی ارتقائی زندگی اور انتقام	٥
"اتمامِ نعمت" سے کیا مراد ہے ؟	٦

٢٩٧٦١٦٣
ع ٦٠ غین
١٦٢٠٧
c/2

Marfat.com

صفحہ	مضمون
۳۸	سیدھی راہ .. ..
۴۰	صحابہ کا ایمان .. ..
۴۱	انسانیت کی خدمت .. ..
۴۲	اس خدمت کا مقصد .. ..
۴۳	غلطی کی معافی کیوں؟ .. ..
۴۴	بھڑ دے: منافقین .. ..
۴۵	رجعت پسند: مشرکین .. ..
۴۶	مشرکین کی تحلیل نفسی .. ..
۴۹	قرآنی سیاست کے بنیادی اصول .. ..
۵۰	انٹرنیشنل طاقت کا وعدہ .. ..
۵۰	نبی اکرم صلعم بطور معلم و نذیر .. ..
۵۱	خدا کی محبت کے معنی .. ..
۵۲	خدا کی طرف سے الزام .. ..
۵۲	معاشی مسئلے کی اہمیت امام ولی اللہ کے نزدیک .. ..
۵۲	معاشی مسئلے کے بعد .. ..
۵۳	حجازی انقلابیوں کی افضلیت .. ..
۵۶	بیعت رضوان کی حقیقت .. ..
۵۶	عہد شکنی کی سزا .. ..

DATA ENTERED

Marfat.com

صفحہ	مضمون
۵۹	روحانی فرشتے .. ..
۵۹	منافقین .. ..
۶۱	توفیق بمنزلہ جنت .. ..
۶۱	منافقین کی نفسی تحلیل .. ..
۶۳	جہاد کو پاک کیا جائے .. ..
۶۳	زمین پر اللہ کی بادشاہی .. ..
۶۵	اخلاق فتح کے نتیجے .. ..
۶۶	خیبر کی فتح کا بھید .. ..
۶۷	بین الاقوامی انقلاب کی تیاری .. .. ..
۶۷	آسمانی الامتحان .. ..
۶۸	قیصر و کسریٰ سے مقابلہ ہوگا .. ..
۶۹	امام ولی اللہ کے خیالات .. ..
۷۲	اجتماعی جنگ .. ..
۷۳	ابوبکر جصاص کا قول .. ..
۷۸	دنیا اور آخرت کی زندگی کا تسلسل .. .. ..
۷۸	غلامی کا عذاب .. ..
۷۹	صلح حدیبیہ میں ایک بھید .. ..
۷۹	موت سے مصافحہ .. ..

صفحہ	مضمون
	قومی حکومت
۸۰	اللہ کا اظہارِ خوشنودی
۸۰	محض جوش کافی نہیں
۸۱	خیبر کی فتح کا وعدہ
۸۱	روم اور ایران کی فتوحات کا وعدہ
۸۳	اس سفر میں جنگ نہ ہونے کی وجہ
۸۵	جنگ مقصودِ اصلی نہیں
۸۶	حکمتِ قرآنی کا ایک نکتہ
۸۶	اللہ کی رحمت میں داخل ہونے والی جماعتیں
۸۸	لڑائی کیوں رکی ؟
۸۹	قرآنی انقلاب کا نصب العین
۹۱	نبی اکرم صلعم کا خواب
۹۱	مکہ میں خفیہ مسلم سوسائٹیاں
۹۲	قرآن کا مقصد
۹۳	امام ولی اللہ کے خیالات
۹۴	نبی اکرم صلعم کی اجتماعی حیثیت
۹۶	مشورہ کرنا آنحضرت صلعم کے لیے ضروری تھا
۹۷	مشاورت کی اہمیت
۹۸	

صفحہ	مضمون
۱۰۰	"صحابیؓ" سے کون مراد ہیں؟
۱۰۱	نبی اکرم صلعم کے ساتھی اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ ہیں
۱۰۲	وہ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ بھی ہیں
۱۰۳	رکوع کیا ہے؟
۱۰۳	سجدہ کیا ہے؟
۱۰۴	فضل کیا ہے؟
۱۰۵	"رِضوان" سے کیا مراد ہے
۱۰۶	نبی اکرم صلعم کی جماعت کی خوبی
۱۰۷	تورات اور انجیل میں اس جماعت کا ذکر
۱۱۰	یہ نمونے کی جماعت ہے
۱۱۱	سورہ فتح کا خلاصہ
۱۱۲	سورہ حجرات کے ساتھ ربط

شیخ بشیر احمد بی اے، لودیانوی نے طبع کرا کے
ادارہ حکمتِ اسلامیہ
۲۲۳ این سمن آباد لاہور کی طرف سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مقدمہ

ضبط کی ضرورت | قرآن حکیم بین الاقوامی پیمانے پر انقلابی نظریہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس کا ایک مستقل اور مرکزی فکر ہے۔ وہ اس فکر کو ایک جماعت کی مکمل تیاری کے ذریعے سے انسانی سوسائٹی کے ایک حصے اور ملک کے ایک خطے میں خاص شکل میں قائم کرنا چاہتا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ کوئی جماعت ضبط (Discipline) کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ اور جتنا بڑا انقلاب ہو اتنی ہی زبردست ضبط کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسلامی جماعت میں ضبط | جو جماعت بہت سخت ضبط کی عادی ہوتی ہے وہ خواہ جنگ میں اپنی مرکزی جماعت کے فیصلے کی پوری پوری فرمانبرداری کرتی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جماعت پیدا کی وہ جنگ میں ضبط کے مظاہرے کئی بار کر چکی۔ صلح کرنے میں ضبط کے بہترین مظاہرے کا موقع حدیبیہ میں پیش آیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزور دشمن کی بدترین شرطیں صرف اس لیے مان لیں کہ وہ بنیادی طور پر ان اصولوں کی حفاظت چاہتا تھا جن کی حفاظت کے لیے یہ انقلاب برپا کیا جا رہا تھا یعنی دین حنیفی کے مرکز ——— کعبۃ اللہ ——— کا احترام۔ آپ کی جماعت نے اس اصول کو اس وقت پوری طرح نہ سمجھتے ہوئے بھی

Marfat.com

اُس صُلح کو صرف اِس لیے مان لیا، کہ وہ ایک زبردست ضبط میں آئے ہوئے تھے اس ضبط کی انتہا یہ تھی، کہ جب آپؐ نے اس جماعت سے موت پر بیعت لینی چاہی۔ تو ہر ایک شخص نے ٹھنڈے دِل کے ساتھ یہ سمجھ کر بیعت کی، کہ یہ موت یقینی ہے، اور جو شخص بھی اس وعدے کو توڑے گا۔ اُسے ضبط کے توڑنے کی بڑی سے بڑی سزا بھی مل سکتی ہے۔

اس ضبط کا مقصد اس اُونچے پیمانے کا ضبط پیدا کرنے کا مقصود کیا ہے؟ اس سورت کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآنِ حکیم اِس ضبط کو سرمایہ شکن بین الاقوامی انقلاب پیدا کرنے کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ خدا پرستی قائم ہو۔

انقلاب کی طبعی رفتار اس بات کو کھول کر بیان کیا جائے، تو یُوں کہا جاسکتا ہے کہ قرآنِ حکیم کا انقلاب ایک مضبوط ضابطہ جماعت کے ذریعے سے عمل میں آیا۔ جس نے اپنا کام عرب میں شروع کیا۔ اس انقلاب کی طبعی رفتار یہ تھی:-

(۱) ذاتی انقلاب (۲) محدود جماعت کی تیاری (۳) قومی انقلاب (۴) بین الاقوامی انقلاب۔

(۱) **ذاتی انقلاب** کے متعلق قرآنِ حکیم کہتا ہے:-

(۱) قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ (انعام ۶، ۱۶۳، ۱۶۴)

(یعنی تو کہہ دے کہ میری بدنی اور مالی عبادتیں، میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ ہی کے راستے میں ہے۔ اس کا کوئی ساجھی نہیں مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے میں اس حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرتا ہوں۔)

larfat.com

(ب) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا (تحریم ۶۶ : ۶)

اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

(۲) **محدود جماعت کی تیاری مکہ مکرمہ میں شروع ہوئی** چنانچہ حکم آیا کہ:- وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (شعراء ۲۶ : ۲۱۴)

(اپنے قریبی قبیلہ والوں کو آنے والے انقلاب کی تنبیہہ کردو)

(۳) **آنے والے قومی انقلاب** کی طرف بہت سی آیات اشارہ کرتی ہیں۔ مثلاً:-

الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (یوسف ۱۲ : ۱-۲)

(۴) **بین الاقوامی انقلاب** کا بھی جو قرآنی تحریک کا معراج ہے بہت سی آیات میں ذکر موجود ہے مثلاً:-

اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ (ص ۳۸ : ۸۷)

(یہ قرآن تمام دنیا کی قوموں کے لیے یاد دہانی ہے)

صلح حدیبیہ کا مقام تاریخ اسلام میں

صلح حدیبیہ اس حیثیت سے تاریخ اسلام میں نقطہ تبدل (Turning Point) کا حکم رکھتی ہے کہ اب قرآنی انقلاب کی علمبردار جماعت انفرادی اور جماعتی انقلاب کی منزلیں طے کرنے کے بعد قومی انقلاب کی منزل بھی ختم کرنے والی تھی اور ضبط اور تیاری کے سب سے اونچے نقطے پر پہنچ چکی تھی۔ اب اللہ کی حکمت چاہتی تھی، کہ اسے بین الاقوامی میدان میں

Marfat.com

لائے۔ چنانچہ سورۂ فتح میں اس آنے والی تبدیلی کی پیشگوئی ان الفاظ میں کی گئی ہے:۔

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ (۴۸: ۱۶)

(جو اعرابی اس سفر میں آپ کے ساتھ نہیں گئے اور پیچھے رہ گئے ان سے کہہ دیجئے کہ عنقریب تمہیں ایک شدید جنگجو قوم سے لڑنے کے لئے بلایا جائے گا)

اس آیت میں اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ (شدید جنگجو قوم) سے بقول امام ولی اللہ دہلویؒ ایرانی اور رومی مراد ہیں۔ اسی کی طرف آگے چل کر ان الفاظ میں بھی اشارہ موجود ہے:۔

وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا (۴۸: ۲۱)

(اور وہ مالِ غنیمت جس پر ابھی تم نے قدرت حاصل نہیں کی)

ان غنیمتوں سے بھی ایرانی اور رومی جنگوں کی غنیمتیں مراد ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے واپس آتے ہی محرم ۷ھ میں عرب کے اردگرد کے بڑے بڑے حکمرانوں کو اسلام کی طرف بلاوا بھیج دیا۔ یہ دعوت نامے کیا تھے۔ آنے والے انقلاب کی تنبیہ تھی، جو ان قوموں کو اپنے اندر ہضم کرنے والا تھا۔ چنانچہ قیصرِ روم کو تحریر فرمایا کہ:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ من محمد عبد اللہ ورسولہ الی ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدٰی

امّا بعدُ۔ فانی ادعوك بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتك اللہ اجرك مرتین فان تولیت فان علیك اثم الیریسیین الخ"

larfat.com

یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ خط محمد (صلعم) کی جانب سے ہے۔ جو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے، ہرقل شاہ روم کے نام، سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کا پیرو ہے۔ بعد حمد و صلوٰۃ میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ تو اسلام قبول کرے تو تمام آفتوں سے بچ رہے گا اور اللہ تعالےٰ تجھے دوہرا اجر عطا فرمائے گا۔ اگر تو نے انکار کیا۔ تو تمام دہقانوں اور کاشتکاروں کے گناہوں کا وبال تیری گردن پر ہوگا۔

اور کسریٰ ایران کو لکھا کہ:-

"بسم اللہ الرحمن الرحیم: من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الھدیٰ و امن باللہ و رسولہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس"

بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ خط محمد (صلعم) کی طرف سے ہے۔ جو اللہ کے رسول ہیں۔ کسریٰ شاہ ایران کی طرف۔ سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام دنیا کی قوموں کو اس کا پیغام پہنچانے کے لیے مقرر کیا گیا ہوں تاکہ جو لوگ زندہ ہیں انہیں تنبیہہ ہو جائے۔ اسلام لے آ۔ تو بچ رہے گا اگر تو اسلام نہ لایا تو مجوس کے تمام گناہوں کا وبال تیری گردن پر ہوگا۔

Marfat.com

امام ولی اللہ کا فکر | حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ایک بہت بڑا مقصد ان دو سلطنتوں اور روئے زمین کے اسی قسم کے ظالمانہ نظاموں کو تباہ کرنا تھا کیونکہ خصوصاً ان دونوں بادشاہتوں میں معاشی عدم توازن انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ ایک چھوٹا سا امیر طبقہ دولت کی زیادتی کی وجہ سے عیاشیوں میں مبتلا ہو کر خدا فراموشی کے سبب سے عوام پر حد درجہ ظلم کرنے لگ گیا تھا اور عوام بھاری بھاری ٹیکسوں کے بوجھ تلے دب کر "بیلوں اور گدھوں کے درجے" میں آچکے تھے۔ اور مرنے کے بعد کی زندگی کی بھلائی کے خیالات سے بالکل کورے ہو چکے تھے۔[1] آنحضرت صلعم نے ان دو بادشاہتوں کو جو خطوط ارسال فرمائے' اُن کی عبارتیں نہایت معنی خیز ہیں' اور اوپر بیان کی ہوئی باتوں کی طرف نہایت لطافت کے ساتھ اشارہ کرتی ہیں۔ دونوں میں عوام کی اخلاقی بربادی اور دوسری زندگی کی بھلائی سے محرومی کا ذمہ دار ان بادشاہوں کو قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ہرقل کے نام جو خط ہے اس میں ہے۔ کہ:

فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمُ الْيَرِيسِيِّينَ"

(اگر تو نے اسلامی انقلاب قبول نہ کیا، تو تیرے ماتحت جو کاشتکار طبقہ تباہ ہو رہا ہے' اُس کے گناہوں کا یقینی طور پر تو ذمہ دار قرار دیا جائے گا)

ایسے ہی کسریٰ ایران کے نام جو گرامی نامہ ارسال فرمایا اُس میں ہے کہ:۔

فَإِنْ أَبَيْتَ فَعَلَيْكَ إِثْمُ الْمَجُوس

(اگر تو اسلامی انقلاب کے نیچے نہ آیا، تو تیری ساری رعایا۔ مجوس۔ کے گناہوں کا وبال تیری گردن پر ہوگا)

جیسے اوپر بتایا جا چکا ہے۔ اب عرب کے انقلاب کی تحریک قومی حدود سے

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ طبع مصر جلد اول ص ۱۰۵

باہر نکل کر اپنی تعلیم کی حقیقی روح پھیلنے کے لیے بین الاقوامی میدان تلاش کر رہی تھی اس کا اشارہ کسریٰ کے خط میں موجود ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں :-

اِنِّی رَسُولُ اللّٰہِ اِلَی النَّاسِ کَافَّۃً"

(میں اللہ کی طرف سے تمام دنیا کی قوموں کو پیام پہنچانے آیا ہوں)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں قرآن حکیم کے سرمایہ شکن بین الاقوامی انقلاب کو قومی پیمانے پر عرب میں بالکل کامیاب بنا کر دکھا دیا اور اس کے بین الاقوامی پھیلاؤ کے لیے جن قوتوں کی ضرورت تھی انہیں جگا کر اس انقلابی جماعت کے نیچے کر دیا اور ان دعوت ناموں کے ذریعے عرب کے ارد گرد کی سلطنتوں کو یہ انقلاب قبول کرنے کے لیے سوچنے کو کافی وقت دیا۔ اتنا کام کرنے کے بعد جو انتہائی کامیابی کا پورا کفیل تھا، آپؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ باقی کام آپ کی تیار کی ہوئی جماعت نے عین اس پروگرام کے مطابق پورا کر دیا، جس کی بدایات آپ انہیں سکھا گئے تھے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانے سے شروع ہو کر حضرت عثمانؓ کے زمانے تک قرآنی انقلاب بین الاقوامی پیمانے پر اس طرح منضبط ہو گیا۔ کہ اس زمانے کی کوئی سیاسی طاقت اس کے مقابلے میں آنے کے قابل نہ رہی +

سورۂ فتح کا قیمتی سبق | اس سورۃ میں ہر زمانے کے سیاسی کام کرنے والوں کے لیے نہایت قیمتی سبق اور نہایت مفید رہنمائی ہے۔ اور وہ یہ، کہ جب کبھی قرآنی انقلاب ارتقاء کی نظر ہو جائے، ایک جماعت اسے پہلے اس علاقے میں کامیاب مرکز بنائے جس میں وہ بستی ہے اور پھر وہاں سے انقلاب کی شاخیں دوسری قوموں میں پہنچائے اور ہر ایک قوم کے انقلابی اپنی اپنی جگہ اس کی کامیابی کی کوشش کریں۔ گویا

اگرچہ اسلامی انقلاب اصل میں بین الاقوامی ہے، لیکن شروع ہی میں اُسے عملاً بین الاقوامی پیمانے پر چلانا حکمتِ قرآنی کے خلاف ہے یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ کسی ایک قوم کے اندر رہ کر ایسی جماعت تیار کی جائے جو سب قوموں میں کام کرے اور تمام قوموں کو ایک ہی وقت اس قانون کے نیچے لانے کی کوشش کرے۔ چنانچہ امام ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں کہ:-

وھذا الامام الذی یجمع الامم علی ملۃٍ واحدۃٍ یحتاج الی اصولٍ اخریٰ غیر الاصول المذکورۃ فیما سبق، منھا ان یدعو قومًا الی السنۃ الراشدۃ ویزکیھم ویصلح شانھم ثم یتخذھم بمنزلۃ جوارحہٖ فیجاھد بھم اھل الارض ویفرقھم فی الآفاق وھو قولہ تعالیٰ: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَذالک لِاَنَّ ھذا الامام نفسہ لا یتاتی منہ مجاھدۃ امم غیر محصورۃٍ [حجۃ اللہ البالغہ طبع مصر جلد اول ص۱۱۸]

[یعنی جو امام بین الاقوامی کام کے لیے مقرر ہو، وہ اوپر بیان کیے ہوئے اصول کی بجائے اور اصول پر کام کرے گا، مثلاً وہ ایک قوم کو زندگی گزارنے کے صحیح قاعدوں کی دعوت دے گا اور انہیں پاک اور درست کرکے اپنا آلہ کار بنائے گا اور ان کے ذریعے سے دوسری قوموں سے لڑے گا۔ اور انہیں مختلف قوموں میں بکھیر دے گا۔ چنانچہ قرآن حکیم کی اس آیت كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (تم مسلم اُمت کا بہترین حصہ ہو، جو تمام دنیا کی قوموں کے لیے چُنی گئی ہو) کا یہی مطلب ہے۔ کام کرنے کا یہ طریق اختیار کرنے کا سبب یہ ہے، کہ ایسا امام تن تنہا ساری قوموں سے جہاد نہیں کرسکتا]

Marfat.com

موت قبول کرنے کی منزل اس سورت میں اس حقیقت پر بھی پوری روشنی ڈالی گئی ہے، کہ قرآنی تحریک میں ایک منزل آسکتی ہے، جب اُسے آگے بڑھانے کے لیے موت قبول کرنی پڑے۔ اور جیسے صلح حدیبیہ کی تفصیل سے معلوم ہو گا۔ موت قبول کرنے کی شکل اللہ کی راہ میں جنگ کرنا ہی ہو سکتی ہے۔

قرآن اجتماعی جنگ کا قائل ہے اس سُورت کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی روشن ہو جاتی ہے کہ قرآن حکیم نہ صرف جنگ کا قائل ہے، بلکہ اجتماعی جنگ (Total War) کا قائل ہے یعنی اس کے نزدیک ہر شخص جان و مال سے اس میں پُورا پُورا حصّہ لے گا۔ یہاں تک کہ بیمار، لولے لنگڑے اور راندھے بھی اپنا اپنا حصّہ ادا کرنے پر مجبور ہیں۔ حقیقت یہ بھی ہو سکتی ہے، کہ کوئی تحریک اگر جنگ کا انکار کرتی ہے تو اُسے ہر شکل میں ناجائز سمجھے گی اور کامل طور پر اہنسا (عدم تشدد) پر کاربند ہوگی اگر وہ جنگ کو جائز سمجھتی ہے تو وہ جنگ کو اجتماعی اور کُلّی حیثیت سے قبول کرے گی اور اپنے ہر ممبر کو اس کی پوری طاقت کے مطابق اس میں حصّہ لینے کا ذمہ دار سمجھے گی کوئی شخص بہانہ بنا کر اس ذمّہ داری سے بچ نہیں سکتا۔

عالم اسلام اس وقت ایک زبردست لادینی سرمایہ دارانہ نظام کے نیچے ہے، جس کی وجہ سے اس کی آبادی میں سے چند مالداروں کو مستثنٰی کر کے باقی ساری آبادی بھوکی یا آدھ بھوکی زندگی بسر کر رہی ہے۔ وہ طرح طرح کی کمزوریوں اور بیماریوں میں مبتلا ہے۔ اور جہالت میں پھنسی ہوئی ہے۔ اسی لیے وہ اپنی انسانیت کو بھولی ہوئی ہے۔ اب مسلمان عموماً نہ یہ جانتے ہیں، کہ آپس میں اُن کے کیا حق اور فرض ہیں اور نہ یہ سمجھتے ہیں، کہ اپنے خالق (پیدا کرنے والے) کے ساتھ اُن کے کیا تعلقات ہونے چاہئیں۔

Marfat.com

سورۂ فتح چاہتی ہے، کہ اسلامی ملکوں میں ایسی جماعت پیدا کی جائے، جو حجازی بین الاقوامی انقلاب لانے والی جماعت کی طرح انتہائی ضبط کی مالک ہو۔ اس کے ارکان اس سرمایہ پرستانہ نظام کو توڑنے کے لیے موت کو قبول کر کے پوری پوری اور انتہائی کوشش کریں ان کی نظر بین الاقوامی ہو۔ وہ ہر ایک انسان کے ساتھ خدا تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا عدل کرنے کو تیار رہیں۔ اور انسانیت کو معاشی ظلم سے نجات دلا کر اس کے لیے خدا کو پہچاننے کا راستہ آسان کردیں۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ الکریم صاحب الانقلاب العظیم وعلی الذین معہٗ اشداءُ علی الکفار الذین یفسدون الارتفاقات المعاشیۃ والارتفاقات المعادیۃ رحماءَ بینھم سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود۔

(آخری بات یہ ہے۔ کہ سب تعریف اللہ کیلئے ہے جو سب قوموں کا پالنہار ہے اور رحمتیں اور سلامتیاں ہوں اس نبی اعظم پر جو عالمگیر انقلاب کی دعوت دینے آیا اور اس کے ساتھیوں پر جو ان کافروں پر سخت ہیں، جو انسانی سوسائٹی کے معاشی ارتفاقات اور معادی ارتفاقات خراب کرتے ہیں۔ آپ کے ساتھی آپس میں بہت نرم اور رحم دل ہوتے ہیں۔ اُن کے چہروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ اللہ کے حوالے کر کے اس کے آگے سجدہ کر رہے ہیں)

بشیر احمد (بی۔ اے) لودیانوی
جنرل سیکرٹری ولی اللہ سوسائٹی پاکستان

۲-۲۴ - اینج سمن آباد لاہور
یکم جولائی ۱۹۶۷ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قومی انقلاب

تمہید

سورۂ محمدؐ (یا قتال) سورۂ فتح اور سورۂ حجرات نفسِ مضمون کے اعتبار سے ایک مرتب مجموعہ ہے، جس میں اسلامی انقلاب کی تنظیم پر بحث کی گئی ہے جس کے لیے بیرونی حملوں سے بچاؤ بین الاقوامی پھیلاؤ اور اندرونی معاشرتی زندگی کی تنظیم کے قوانین دیے گئے ہیں۔

سورۂ محمد (یا قتال) ہجرت کے پہلے ہی سال جنگِ بدر کے بعد نازل ہوئی اس میں آنے والی عربی جنگوں کی ضرورت کے پیشِ نظر میدانِ جنگ کے قوانین دیے گئے ہیں۔

اُنیس سال کے تھوڑے عرصے میں یہ انقلابی جماعت ضبط اور نظم میں ترقی کر کے ایسی بےنظیر قوت کی مالک ہو گئی کہ وہ صلح اور جنگ میں ایک ہی نظریے کے تحت کام کرنے کے قابل ہو گئی یہ وہ حالت ہے، جس میں سے خدا تعالےٰ نے بین الاقوامی پھیلاؤ کے قابل سمجھا چنانچہ سورۂ فتح میں جو حدیبیہ سے واپسی پر راستے میں اتری۔ اس انقلابی جماعت کی اس اعلیٰ درجے کی حالت کا نقشہ کھینچ کر آنے والی بین الاقوامی جنگوں کی خبر دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان جنگوں میں اس جماعت کا نظریہ کیا ہونا چاہیئے۔

Marfat.com

سورۂ حُجرات میں غیر مضافی قانون (Civil Law) اور معاشرت کی چند دفعات سکھائی گئی ہیں ۔

سورۂ فتح کا مرکزی واقعہ | سورہ فتح میں صلح حدیبیہ کے واقعات کی طرف اشارے پائے جاتے ہیں ۔ ان کی تفصیل یہ ہے کہ ذی قعد ۶ھ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا کہ گویا آپ اور مسلمان مکہ مکرمہ پہنچ گئے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں ۔ اس خواب کا سن کر غریب الوطن مسلمان جو عرصے سے خانۂ کعبہ کی زیارت کے لیے بے تاب تھے اور بھی بے چین ہو گئے ۔ اُن کی یہ حالت دیکھ کر آنحضرت بھی عُمرہ[1] کے لیے جانے پر تیار ہو گئے آنحضرت صلعم اور آپؐ کی جماعت ذی قعدہ ۶ھ میں مدینہ منورہ سے نکلی ۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ پندرہ سو صحابہ تھے ۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) جن میں سے کچھ سوار تھے اور کچھ پیدل ۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ذی الحلیفہ کے گاؤں میں پہنچے تو آپ نے عُمرے کا احرام[2] باندھا اور قبیلہ خزاعہ کے ایک آدمی کو بطور جاسوس بھیجا ، کہ قریش کی خبر لائے ۔ چنانچہ جب آپ عسفان کے قریب پہنچے تو جاسوس واپس آیا اور اس نے خبر دی کہ قریش آپؐ کو روکنے اور آپ سے لڑنے کے لیے جمع ہو رہے ہیں ۔

جب حضرت نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ خبر پہنچی ، تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا ۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ۔ کہ ہم کسی سے لڑنے کے لیے گھر سے نہیں نکلے ، لیکن اگر کوئی ہمیں بیت اللہ (کعبہ) تک پہنچنے سے روکے گا ، تو ہم اس

---

[1] عمرہ چھوٹا حج جو حج کے مقررہ دنوں کے علاوہ کیا جاتا ہے ۔ اس میں بھی حج کی اکثر رسمیں ادا کی جاتی ہیں (مرتب)

[2] وہ خاص بن سلا لباس جو حج کے دنوں میں پہنا جاتا ہے (مرتب)

Marfat.com

سے لڑیں گے۔ یہ سُن کر حضرت نبی اکرم صلعم آگے بڑھے اور کچھ دُور جا کر آپؐ نے فرمایا۔ کہ خالد بن ولید غمیم میں ہے۔ ہم دائیں کو ہو چلیں۔ یہاں تک کہ آپ اپنی جماعت سمیت اس وادی تک پہنچ گئے جہاں سے مکّہ کو جاتے ہیں۔ یہاں آپ کی اونٹنی یکایک ٹھہر گئی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر قریش مجھ سے کسی ایسی بات کا مطالبہ کریں، جس میں اللہ تعالیٰ کی حرمات[1] کی تعظیم ہوتی ہو۔ تو میں اُن کی بات مان لوں گا۔ آگے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے مقام پر اُترے یہاں سے مکّہ صرف ۱۹ میل تھا۔

یہاں آپ نے حضرت عثمانؓ بن عفان کو سفیر بنا کر قریش کے پاس بھیجا تاکہ انہیں خبر دیں، کہ مسلمان صرف عُمرہ ادا کرنے آئے ہیں۔ ساتھ ہی انہیں ہدایت کر دی کہ مکّہ مکرمہ میں جو مسلمان چُھپے چُھپے رہتے ہیں، ان سے بھی ملیں اور انہیں فتح کی خوشخبری دیں۔ اور انہیں اطمینان دلا دیں کہ مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ اور کسی کو اپنا ایمان چھپانے کی ضرورت نہ رہے گی۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ بلوح کے مقام پر قریش کی جماعت سے ملے اور پھر مکّہ معظمہ تشریف لے گئے۔

اس اثنا میں آنحضرت صلعم کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ مسلمانوں پر اس خبر کا جو اثر پڑ سکتا تھا، ظاہر ہے۔ آنحضرت صلعم نے لیکر کے ایک درخت کے نیچے تمام حاضرین سے اس امر کا اقرار لیا کہ اگر اب لڑنا پڑے، تو ثابت قدم رہیں گے۔ مسلمانوں نے نہایت جوش و خروش کے ساتھ بیعت کی۔ سب سے پہلے حضرت ابو سنانؓ الاسدی نے بیعت کی۔ ایک صحابی حضرت سلمہ بن الاکوع نے تین مرتبہ بیعت کی یعنی شروع میں، بیچ میں اور آخر میں۔

---

[1] وہ چیزیں جن کی عزت کی جاتی ہے (مرتب)

یہ خبریں سُن کر قریش کے ہوش جاتے رہے اور انہوں نے صلح کے لیے آدمی بھیجے۔ آخر ان باتوں پر صلح ہو گئی :-

(۱) یہ صلح دس سال تک رہے گی +

(۲) جو قبیلے قریش سے ملنا چاہیں، قریش سے مل جائیں اور جو مسلمانوں سے ملنا چاہیں، مسلمانوں سے مل جائیں +

(۳) مسلمان اگلے سال کعبہ کا طواف کرلیں +

(۴) اگر مکّہ والوں میں سے کوئی شخص مسلمان ہو کر نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس چلا جائے، تو اُسے قریش کے طلب کرنے پر واپس کر دیا جائے گا۔ اور اگر کوئی مسلمان قریش میں چلا گیا، تو اُسے واپس نہیں دیا جائے گا +

اس شرط پر ابھی بحث ہو ہی رہی تھی، کہ ایک مسلمان ابو جندل رضؓ بن سہیل مکّہ سے آیا اور تمام مسلمانوں کے سامنے گر گیا۔ قریش کے سفیر نے معاہدے کی شرط کے مطابق اسے طلب کیا۔ حالانکہ ابھی شرط پر بحث ہو رہی تھی۔ اس آخری شرط سے سب مسلمان، سوائے حضرت ابوبکر رضؓ کے سخت پریشان ہوئے اس پریشانی کی ترجمانی حضرت عمر رضؓ نے کی۔ آپ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ "یا رسول اللہ! کیا آپ اللہ کے نبی نہیں ہیں؟" آپ نے فرمایا "یقیناً" پھر اُنہوں نے پوچھا کہ "کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن ناحق پر نہیں ہیں؟" آپ نے فرمایا "یقیناً" پھر حضرت عمر رضؓ نے پوچھا کہ "کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ عنقریب ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے؟" آپ نے فرمایا کہ "کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال کرینگے؟" حضرت عمر رضؓ نے جواب دیا کہ "نہیں"۔ تو آپ نے فرمایا کہ "یقین رکھو ہم ضرور یہاں آئیں گے اور طواف کریں گے" +

Marfat.com

حضرت عمرؓ نے اس قسم کی باتیں حضرت ابوبکرؓ سے بھی کیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی وہی جوابات دیئے جو آنحضرت صلعم نے دیے تھے۔ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ آنحضرت جو بات فرمائیں، اُسے مرتے دم تک بے چون و چرا مانتے رہو۔

غرض یہ شرط منظور ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ابو جندلؓ کو قریش کے سفیر کے حوالے کر دیا اور ابو جندلؓ سے صرف اتنا فرمایا۔ ابو جندل! خدا تیری مصیبت دور کرنے کی کوئی نہ کوئی راہ نکال دے گا" ابو جندل نے صبر کے ساتھ اپنی مصیبت کو قبول کیا۔ اور تمام مسلمان یہ تلخ گھونٹ پی کر بھی چپکے ہو رہے۔

ابھی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم حدیبیہ ہی میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اسّی آدمی کوہ تنعیم سے صبح کے وقت اس ارادے سے اترے کہ مسلمانوں کو نماز کی حالت میں قتل کر دیں۔ یہ سب لوگ گرفتار کر لیے گئے لیکن آنحضرت صلعم نے انہیں معاف کر کے رہا کرا دیا۔

اس معاہدے کے بعد آپ حدیبیہ سے مدینہ منورہ کو واپس تشریف لے گئے راستے میں سورہ فتح کی شروع کی یہ آیتیں اتریں: اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝[1] اس پر حضرت عمرؓ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے؟ (یعنی حدیبیہ کا صلح نامہ) آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہاں یہی چیز ہے جسے فتح قرار دیا گیا ہے۔

آپؐ مدینہ منورہ میں ذی الحجہ کے شروع میں واپس تشریف لے آئے۔ یہاں

لہ ہم نے تجھے کھلی فتح دی۔ تاکہ اللہ تیری اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دے۔ اور اپنی نعمت تجھ پر تمام کر دے اور سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرے۔ اور تجھے زبردست مدد دے۔

Marfat.com

کوئی تین ہفتے ٹھہرے ہوں گے کہ محرم میں خیبر پر چڑھائی کردی اس معرکے میں صرف اُن مسلمانوں کو شامل ہونے کی اجازت تھی جو حدیبیہ کے واقعے میں شریک رہ چکے تھے۔

صُلح کا نتیجہ اور اثر اس صلح کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں اور ان کے مخالفوں کے درمیان راہ و رسم بڑھا۔ اور میل جول زیادہ ہُوا تو اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کے بادل چھٹنے لگے اور لوگ مسلمانوں کے اچھے سلوک سے اثر لے کر مسلمان ہونے لگے۔ آنحضرت صلعم نے صلح نامے کی چوتھی شرط کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ مخالفین میں سے جو شخص مسلمان ہو کر شرط کے مطابق مخالف کیمپ میں بھیجا جائے گا وہ ضرور وہاں بھی اپنا کام کرتا رہے گا۔ چنانچہ حضرت ابوجندلؓ جن کا اوپر ذکر آچکا ہے عین معاہدہ لکھے جانے کے وقت قریش کے حوالے کر دیے گئے۔ انہیں مکہ معظمہ لے جا کر قید کر دیا گیا۔ لیکن جو شخص ان کی نگرانی پر مقرر ہوتا وہ اُن کے سمجھانے سے مسلمان ہو جاتا، اب دونوں مل کر تلقین کرتے۔ اس طرح ان قیدیوں کی تلقین سے مکّے میں تین سو کے قریب آدمی مسلمان ہو گئے۔ قریش مکہ نے بتیرا چاہا کہ آنحضرت صلعم ان مسلمانوں کو اپنے ہاں لے لیں لیکن آپ نے معاہدہ توڑنا قبول نہ فرمایا۔ آخر قریش کو خود ہی ان مسلمانوں کو مکے سے نکال دینا پڑا۔

حدیبیّہ میں اسلامی جماعت کے ضبط کا حال اوپر بیان ہو چکا۔ یہ لوگ تو آنحضرت صلعم کے سامنے تھے۔ لیکن حضرت ابوجندلؓ آپ سے دُور ہوتے ہوئے بھی جماعتی ضبط کے اتنے پابند نکلے، کہ جب مدینہ منورہ کے مسلمانوں نے قرار دیا، کہ ابوجندلؓ نے ابوالعاص مکّی کے جس قافلے کو لوٹا ہے۔ اس کا مال اُسے واپس کر دیں تو اُنہوں نے اس فیصلے کی اطلاع پاتے ہی ابوالعاص کے قافلے کا سارا اسباب، یہاں تک کہ رسی اور اونٹ کی مہار تک، ابوالعاص کے حوالے کر دی۔ اس کا اثر یہ

Marfat.com

ہوا کہ ابوالعاص سارا مال حقداروں تک پہنچا کر مسلمان ہوگیا!

غرض اس صلح کے نتیجے کے طور پر لوگ کثرت سے اسلام لانے لگے۔ چنانچہ جہاں حدیبیہ کے واقعے میں آنحضرتؐ کے ساتھ پندرہ سو آدمی تھے۔ وہاں ایک سال بیچ دے کر اگلے سال فتح مکہ کے وقت آپ کے ساتھ دس ہزار "قدوسی"[1] تھے۔ یہ نتیجہ تھا اس بات کا کہ اب مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمیوں کے بادل چھٹ رہے تھے۔ گویا اس صلح نے اسلام کی فتح کا دروازہ کھول دیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا

[ہم نے تجھے کھلی فتح دی]

جو صلح فتح کے وقت قائم ہو، وہ جماعت کی مضبوطی پر موقوف ہوتی ہے۔

انقلاب کیا ہے؟ ایک استاد ایک نیا فکر لے کر اٹھتا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی مہربانی سے اسے سیدھی راہ دکھاتا ہے اور کام کرنے کا صحیح طریقہ سمجھاتا ہے۔ وہ اپنی تعلیم ہی کے ذریعے سے ایک نظام پیدا کر لیتا ہے۔ جس سے وہ دنیا سے ہر قسم کا ظلم دور کر کے انسانوں کے تعلقات خدا کے ساتھ قائم کرنے کے موقعے بہم پہنچاتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس کا مضبوط نظام جس میں ایک فرد اپنا سب کچھ اس نظام پر قربان کرنے کو تیار ہے، باطل پر غالب آجاتا ہے۔ یہی انقلاب ہے۔

مسلمانوں کی مضبوط پوزیشن اس وقت جب حدیبیہ کے مقام پر دونوں جماعتیں ملیں۔ دونوں کی کیا حالت تھی؟ تاریخ گواہ ہے، کہ مسلمانوں کا نظام نہایت مضبوط تھا۔ ان میں ضبط (Discipline) اور اطاعت (Obedience) انتہا کو پہنچی

[1] یہ تورات کا لفظ ہے۔ دیکھو کتاب استثنا باب ۳۳ آیت ۲ (مرتب)

Marfat.com

جھکی تھی۔ اس کے برخلاف اہل مکہ کمزور تھے۔ ان کے بڑے بڑے سردار مر چکے تھے اور اب اہل مکہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ فوجی نقطہ نگاہ سے بھی مسلمانوں کی پوزیشن مضبوط تھی۔ کیونکہ وہ اچانک مکہ کے عین پاس پہنچ چکے تھے ان باتوں کے ہوتے ہوئے بھی جب مکہ والوں نے صلح پیش کی۔ تو حضرت نبی اکرم صلعم نے وہ شرطیں جھٹ مان لیں۔ رفتہ رفتہ عام مسلمانوں نے بھی انہیں قبول کر لیا۔ یہ قبولیت ان کے اندرونی نظام کی قوت کے سبب سے تھی۔ نہ اس لیئے کہ سب مسلمان صلح کی حکمت کو سمجھ گئے تھے۔ اس صورت میں یہ فتح قیامت تک مسلمانوں کے لیے فخر کا سبب گنی جائے گی۔ اس سے جو فائدے نکلے انہوں نے مخالفوں کو بھی سمجھا دیا۔ کہ اسلامی نظام میں کیا کیا خوبیاں ہیں۔ اور اُس کے نیچے کیا کیا دانائیاں چھپی ہوئی ہیں۔

جنگوں کا نقصان اب تک اہل اسلام اور اہل مکہ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں اُن کی وجہ سے اہل مکہ اُن فائدوں پر غور نہیں کر سکے تھے، جو اسلام کا انقلاب قبول کرنے سے حاصل ہو سکتے تھے۔ اس مطالعے کے لیے اُنہیں نہ وقت ملا تھا نہ آسانیاں حاصل ہوئی تھیں۔ اس صلح کے بعد اُن لوگوں کا مسلمانوں کے ساتھ میل جول بڑھا۔ تو اُنہوں نے اسلام کے مستقبل کو سوچنا شروع کیا۔ اور انہیں وہ فائدے نظر آئے جو جنگ اور نفرت کے گرد و غبار میں نظر نہ آسکتے تھے۔ اب اچھے اچھے اہل مکہ اسلام لے آئے۔ اور اس طرح قرآنی انقلاب کو ایسے کام کے آدمی مل گئے، جنہوں نے آگے چل کر نہایت شاندار تعمیری کارنامے کئے۔

صلح کا فائدہ یہاں ایک اور بات بھی سوچنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے، کہ قریش مکہ

Marfat.com

عرب میں مرکزی حیثیت رکھتے تھے۔ اگر اُن کی اجتماعیت نہ ٹوٹتی اور کسی وجہ سے اپنے پہلے فکر سمیت اسلام میں داخل ہوجاتے، تو اپنے قدیم (مشرکانہ) فکر پر نئی اجتماعیت پیدا کر کے اسلام کے اندر ایک مستقل کھینچا تانی کا باعث بنتے۔ لیکن اس صلح کے بعد انہوں نے اسلام کا مطالعہ کیا۔ اسے عام انسانیت کے لیے مفید سمجھا۔ اس لیے انہوں نے اپنے قدیم خیالات چھوڑ کر اسلام کا نظریہ لے لیا اور اس کی مضبوطی کا سبب بنے۔ یہی وجہ ہے کہ اس صلح کو فتح سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۲) (۱) لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ

[تاکہ اللہ تیری پہلی لغزشیں اور پچھلی لغزشیں معاف کرے]

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کو ان کی پہلی اور پچھلی غلطیوں کی معافی کی اطلاع دی جا رہی ہے۔ جو لوگ نبیوں کو عام طور پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص طور پر معصوم[1] مانتے ہیں (اور عقلی طور پر اس کے سوا چارہ نہیں کہ انہیں معصوم مانا جائے) اُن کے لیے یہ دماغ میں چبھنے والا فکر ہے۔

نبی اکرم صلعم کی دو حیثیتیں | ہم اس "معافی" کے مسئلے کو اس طرح حل کرتے ہیں۔ کہ حضرت نبی اکرم صلعم قریش پر حملہ یا جبر کرنے کے لیے آئے ہی نہیں۔ بلکہ ان کی کمی پوری کرنے اور تعلیم دینے کے لیے آئے ہیں۔ چنانچہ امام ولی اللہ دہلوی تفہیمات الٰہیہ جلد اول ص۳۲ میں فرماتے ہیں کہ:

" واضح رہے کہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ کہ حضرت نبی اکرم

[1] جس سے کوئی غلطی نہ ہوسکتی ہو (مرتب)

صلی اللہ علیہ وسلم میں دو خصوصیتیں جمع ہو گئی ہیں :-

(۱) نبوتِ عامّہ اور

(۲) قریش کی سعادت کا سبب بننا

آپ کی نبوت میں مُفہمیّت[1] کی تمام قسمیں آ گئی ہیں اور اس سے ہر ایک رنگ دار اور گوری قوم کو فیض پہنچتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حکمت الٰہی کی مصلحتِ کُلّی[2] کا تقاضا ہُوا۔ کہ ترکوں کی سلطنت عام طور پر پھیل جائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توجہ اسلام قبول کرنے کی طرف پھیر دی :-

باقی رہی قریش کی سعادت تو اُن کی ملی حکومت کی وجہ یہی سعادت تھی :- میرا وجدان گواہی دیتا ہے کہ اگر کسی سیاسی انقلاب کا تقاضا یہ ہُوا کہ ہندوستان کے ہندو مستقل عمومی حکومت[3] پیدا کریں۔ تو یقیناً قانونِ الٰہی کا فیصلہ یہ ہوگا کہ ہندو لیڈر اسلام قبول کر لیں جیسے ترکوں نے قبول کر لیا تھا۔ کیونکہ جناب نبی اکرم صلعم کی عمومیت اور آپ کے صاحب ملت ہونے کا یہی طبعی تقاضا ہے حضرت نبی اکرم صلعم کے کلام کے ایک سے زیادہ پہلو ہیں۔ کبھی تو آپ نبی ہونے کی حیثیت سے کلام فرماتے ہیں۔ کبھی اس حیثیت سے،

---

[1] جیسے خدا کی طرف سے کوئی بات سمجھائی جائے۔ اُسے مفہّم کہتے ہیں۔ امام صاحبؒ کے نزدیک اس کے کئی درجے ہیں۔ ان میں معمولی القا سے لے کر صاف لفظی وحی تک سب آتے ہیں تفصیل کے لیے دیکھو حجۃ اللہ البالغۃ جلد اوّل صفحہ ۱۲۰ (مرتّب)

[2] سب انسانوں کو فائدہ پہنچانے والی چیز یا بات (مرتّب)

[3] ایسی حکومت جس کی بنیاد قومیت کی جگہ انسانیت پر ہو (مرتّب)

کہ آپ قریش کی سعادت کا ذریعہ ہیں"۔

اسی فکر کو "حجۃ اللہ البالغہ" (مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۲۴ اور ص ۱۲۵ میں یوں ظاہر فرماتے ہیں :۔

"واضح رہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملت حنیفیہ اسماعیلیہ میں پڑی ہوئی کجی کو دور کرنے، اس کی بگڑی ہوئی شکل کو ٹھیک کرنے اور اس کا نور پھیلانے کے لیے تشریف لائے۔ جب حقیقت یہ ٹھہری تو لازم آیا کہ اس ملت کے اصول تو قائم رکھے جائیں۔ اور اس کے طریقے نہ ہٹائے جائیں۔ کیونکہ جب نبی اپنی قوم کی طرف مقرر ہو کر آتا ہے۔ تو اس قوم میں جو اچھے طور طریقے باقی ہوں، تو وہ انہیں نہیں بدلتا۔ کیونکہ ان کا بدلنا بالکل بے معنی ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت نبی اکرم صلعم نے بھی ملت حنیفیہ اسماعیلیہ کی شریعت پر نظر ڈالی۔ تو جو چیز حضرت اسماعیلؑ کے اصل طریقے پر دیکھی، اُسے باقی رہنے دیا۔ اور جو چیز بدل چکی تھی اور جس میں فساد اور خرابی آ چکی تھی اُسے ہٹا دیا۔ آپ نے ملت حنیفیہ کی اشاعت کی بے حد کوشش کی، کہ یہ قانون تمام قوموں پر غالب آ جائے۔ اس سلسلے میں ملت حنیفیہ میں تبدیلیاں دیکھیں ان کو مٹا دیا۔ اور بڑے زور سے ان کی نفی اور جو ارتفاقات[1] صحیح تھے۔ انہیں قائم رکھا اور ان پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ ان میں جو خراب رسمیں آ گئی تھیں۔ ان سے روکا اور جبراً منع کیا۔ اور اس

---

[1] زندگی گزارنے کے طور طریقے۔

Marfat.com

ملت کے اصول پر بین الاقوامی حکومت قائم کی۔ اور جو لوگ اس بارے میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے۔ ان کی مدد سے جنگیں بھی کیں۔ یہاں تک کہ مخالفین کی مخالفت دھری کی دھری رہ گئی اور خدا کا قانون سب قوموں میں چل کر رہا۔" (ملخصاً)

اور خیر کثیر میں فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ، اور حضرت شعیبؑ کی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہلی حیثیت میں اپنی قوم کے لیے نبی بن کر آئے۔ جب اس پر ایک زمانہ گزر گیا، تو آپ کی قوتیں چودھویں کے چاند کی جگہ سورج بن کر چمکنے لگیں۔ پھر ایک اور ترقی ہوئی کہ آپ کی شان کو پورا پورا کمال حاصل ہوا۔ جس سے اوپر کوئی کمال نہیں ہے اب آپ کرۂ زمین کے ہر ایک گوشے کے امام بنائے گئے۔"

آپ کی ان دو حیثیتوں کی حکمت "حجۃ اللہ البالغۃ" میں یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"جو امام سب قوموں کو اپنی ملت پر جمع کرنے کے لیے اٹھتا ہے۔ وہ پہلے ایک قوم کو صحیح اصول کی دعوت دیتا ہے۔ انہیں غلط کاریوں سے پاک کرتا ہے۔ ان کی حالت درست کرتا ہے۔ اور پھر انہیں اپنا آلۂ کار بنا کر دنیا کی سب قوموں سے جنگ کرتا ہے۔ اور اپنی قوم کے لوگوں کو سب قوموں کے اندر پھیلا دیتا ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ کسی امام کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اکیلا سب قوموں سے جنگ کرتا پھرے"۔ (جلد اول ص ۱۱)

اس اصول نے حضرت نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مبارک زندگی میں کس طرح کام کیا۔ اس کی تشریح آگے چل کر ان الفاظ میں کرتے ہیں :۔

"مہاجرین اور انصار کی پہلی جماعت، قریش اور ان کے اردگرد کے قبیلوں کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب بنی۔ پھر اللہ تعالٰے نے ان عربوں کے ہاتھوں عراق، اور شام فتح کرایا (کیونکہ ان علاقوں میں عرب عنصر موجود تھا اسے اپنی اپنی، قوم کے اندر عربی اسلامی انقلاب کے لیے تیار کیا گیا۔) پھر ان عراقیوں کے ہاتھوں ایران اور شامیوں کے ہاتھوں روم فتح کرانے (کیونکہ انہیں ان علاقوں کے باشندوں سے مناسبت تھی) پھر ایرانیوں کی مدد سے ہند اور، ترکستان اور رومیوں کی مدد سے حبشہ وغیرہ کے علاقے فتح کرائے۔"

مسلم منتقم نہیں ہوسکتا واقعہ یہ ہے، کہ بنی اسرائیل جو عرصے تک ابراہیمی دعوت کے حامل رہے۔ اس اونچے رتبے سے گر چکے ہیں اور حکمت الہی قریش یعنی بنی اسماعیل کو اس دعوت کا مرکز بنانے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ اور اب وقت آگیا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے جو دعا کی تھی :۔ "رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ" (۲ : ۱۲۹) (یعنی اے ہمارے پروردگار! ہم نے جس امت مسلمہ کے اپنی نسل سے اُٹھانے کی دعا کی ہے ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج) وہ پوری ہو۔ قریش میں بھی اس دعوت کے اصل مدعا پر ایمان موجود تھا۔ وہ بھی سمجھتے تھے کہ ہمارا وجود ابراہیمی دعوت کے اظہار کے لیے کمال رکھتا ہے۔ مگر جہالتوں کے سبب وہ بہت سی غلط باتیں اختیار کر چکے تھے۔ ان غلطیوں کو دور کرنا، ان کے اخلاق سنوارنا، انہیں صحیح ابراہیمی طریقہ ذہن نشین

Marfat.com

کرانا۔ پھر اُس کی حکمت اور حکمت کے اندر قانون سازی سکھانا، تاکہ ساری دنیا کی مختلف قوموں میں یہ طریقہ امامؑ کے طور پر مان لیا جائے۔ سب باتیں رسول اکرم صلعم کے فرضِ منصبی میں داخل ہیں۔ اب اگر قریش غلطی کرتے ہیں اور آپ کے ساتھ جہالت اور نادانی کا معاملہ کرتے ہیں، تو یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں جن نبیوں کا ذکر آیا ہے۔ ان کے حالات میں ان کی قوموں کا یہی سلوک دکھایا گیا ہے۔ اس لیے حضرت نبی کریم صلعم کو قریش کے مقابلے میں انتقامی جذبہ پیدا کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ آپ معلّم (استاد) ہیں۔ آپ کے فرضِ منصبی کا تقاضا ہی یہ ہے۔ کہ آپ قریش کو معاف کرتے رہیں۔ کیونکہ انتقام اور تعلیم جمع نہیں ہو سکتے۔ جونہی استاد میں انتقامی جذبہ پیدا ہوا اس کی شانِ معلمی ختم ہوئی[1]۔

جماعت میں جذبۂ انتقام | لیکن رسول اکرم صلعم ایک جماعت کے امام اور ایک پارٹی کے مرکز بھی ہیں۔ وہ جماعت یکایک اس بلند اخلاقی سطح پر نہیں آسکتی۔ اُن کے لیے یہی عام قاعدہ ہو سکتا ہے کہ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ [اگر بدلہ لو تو بدلہ لو اسی قدر جس قدر تمہیں تکلیف پہنچائی جائے (نحل ۱۶: ۱۲۶)] وہ رفتہ رفتہ اس سطح سے اونچی اُٹھے گی۔ اس لیے یوں فرض کر لینا، کہ آپ کے ساتھیوں میں سے بھی کسی کے دل میں انتقامی جذبہ پیدا نہ ہوگا، فطرتِ انسانی کا غلط اندازہ لگانا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جب رسول اکرم صلعم کو معلوم ہو جائے، کہ آپ کے

---

[1] قرآن حکیم میں ہے کہ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ۝ (سورہ نحل ۱۶: ۱۲۷) [اور تو صبر کر اور تجھ سے صبر ہو سکے اللہ ہی کی مدد سے اور ان پر غم نہ کھا اور تنگ مت ہو ان کے فریب سے] (مرتب)

marfat.com

ساتھیوں میں سے فلاں شخص قریش کی جہالت کا انتقامی جواب دینا چاہتا ہے۔ اس وقت آپ کا اس پر خاموش رہنا اور اس امر سے نہ روکنا، کیا آپ کو اُس کے فعل کا ایک حد تک ذمہ دار نہیں بنا دیتا؟ لیکن سوسائٹی میں یہ ناممکن ہے کہ کسی شخص کو اس کی طبعی رفتار سے ترقی کرنے سے روکا جائے۔ ایک شخص انتقامی جذبے سے جواب دیتا ہے۔ وہ آخر تک پہنچ لے، تو اس کے بعد تو درست کرنا ممکن ہے۔ لیکن اگر اس کے انتقامی جذبے ہی کو کچل دیا جائے۔ تو وہ اپنی فطری تکمیل سے عاجز آجائے گا۔ اس کی تکمیل کی بہترین سبیل یہی ہے۔ کہ اسے موقعہ دیا جائے۔ کہ وہ اپنا کام پورا کرلے آخر میں اُسے سمجھا دیا جائے گا۔ کہ تم نے غلطی کی۔ اس کی تلافی کرو۔ اس طرح اُسے اعتدال پر لانا ممکن ہے۔ لیکن اس کی شخصیت میں سے انتقام کا جذبہ ہی نکال ڈالنا ممکن نہیں۔

جماعتی غلطیوں کی ذمہ داری لیڈر پر رسول اللہ صلعم کے ساتھیوں میں مثال کے طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ) وہ ایک خاص شان رکھتے ہیں۔ ان کی فطرت یہ ہے کہ اگر ان سے کوئی زیادتی کرے۔ تو وہ دس گنا زیادتی کرکے اس کا جواب دیں گے۔ یہ تو ممکن ہے۔ کہ انہیں زیادہ انتقام لینے سے روک دیا جائے لیکن یہ ناممکن ہے کہ انہیں نفس انتقام ہی سے باز رکھا جائے۔

کیا حضرت عمرؓ کے کاموں میں حضرت نبی اکرم صلعم کی شرکت نہیں مانی جائیگی، اور کیا آپ اُن کے ایک حد تک ذمہ دار قرار نہیں پائیں گے؟ یہ ہے ذنب اور اس کا تدارک کرنا اس کی معافی کا سبب ہے۔

صلح میں ایک پوشیدہ حکمت مسلمان دراصل عمرے کے لیے نکلے تھے۔ لیکن دشمن اُسے

Marfat.com

ظاہری صورت کے لحاظ سے جنگی چال قرار دے سکتا تھا۔ کیا چپکے سے شہر میں داخل ہو کر قبضہ کر لینا لڑائی کی چال نہیں ہے؟[1] اس لیے قریش کا آپ کو روکنا ایک حد تک حق بجانب تھا اور اس پر حضرت عمرؓ کا برہم ہونا بھی طبعی چیز تھی۔ اب اگر رسول اللہ صلعم حضرت عمرؓ کے طرفدار ہو جاتے تو لڑائی قطعی طور پر ہو کر رہتی اور اگر لڑائی ہو جاتی، تو نہ صرف قریش کا آنحضرت صلعم کے ساتھ مل کر کام کرنا قیامت تک ناممکن ہو جاتا، جس سے آپ کی فطرت کی تکمیل اس طریق پر نہ ہوتی جس کے لیے قدرت نے آپؐ کو پیدا کیا تھا؛ بلکہ مسلمانوں کی اُن خفیہ جماعتوں کو بھی نقصان پہنچ جاتا جو مکے میں موجود تھیں۔ (ان کی تفصیل آگے آتی ہے) +

صلح کا جواز اسلام جس انقلاب کا نام ہے، اُس میں دفاع (Defence) بھی ہے اور ہجوم (Offence) بھی۔ دفاعی جنگ سے تو کوئی منکر ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اس میں حملہ آور کو جو نقصان پہنچے، اس کی ذمہ داری مدافعت کرنے والوں پر عائد ہوتی ہی نہیں۔ لیکن ہجومی جنگ (War of Offence) میں ہجوم کرنے والوں پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ خصوصاً جب انقلاب اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ہو۔ ان ہجومی حملوں میں مخالفین کا جو نقصان ہوگا۔ اُس کی ذمہ داری سے حملہ آور بچ نہیں سکتے۔ لیکن قرآن حکیم اس ذمہ داری کو ایک اُونچی سطح پر لاتا ہے اور وہ یہ کہ کیا ان حملہ آوروں کا مقصد لوٹ مار اور فتح تھا؟ اس کا

---

[1] مشہور یونانی شاعر ہومر ٹرائے کے شہر کی فتح کا حال لکھتے ہوئے یونانیوں کی اس چال کا ذکر کرتا ہے جس میں انہوں نے ایک لکڑی کا بڑا گھوڑا بنایا اور پھر بہت سے یونانی نوجوان رات کے وقت اس کے پیٹ میں گھس بیٹھے۔ ٹرائے والے اس گھوڑے کو گھسیٹ کر اپنے شہر کے اندر لے گئے رات کے وقت یہ نوجوان گھوڑے کے پیٹ میں سے نکل پڑے اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ (مرتب)

صاف جواب یہ ہے کہ نہیں۔ کیونکہ اگر مسلمانوں کا مقصد اب اور پہلے فتح و غارتگری ہوتا، تو وہ حدیبیہ کے واقعے میں، جب وہ مکہ والوں سے یقیناً زیادہ طاقتور تھے، دب کر صلح نہ کرتے۔ اس سے ثابت ہوگیا۔ کہ قرآنی انقلاب کا منشا لوٹ مار اور فتح نہیں۔ اور نہ وہ کسی امپیریلزم (Imperialism) کا حامی ہے۔ جسے دوسروں پر جبراً ٹھونستا پھرے۔

اس موقعے پر خدا تعالیٰ نے آپؐ کو اتنی سمجھ دی، اور اتنا دل گردہ عطا فرمایا کہ تنہا ساری جماعت کے فیصلے کے خلاف ڈٹ گئے۔ اور قریش کی تمام شرطیں صرف اس لیے مان لیں، کہ وہ بیت اللہ کی عزت کرانا چاہتے تھے۔ کیا آپ کے مشن کا یہ مقصد نہ تھا کہ ابراہیمی طریقہ رائج کیا جائے؟ جب قریش اس دین کے مرکز کی عزت کے لیے شرطیں پیش کرتے ہیں، چاہے وہ کیسی بھی نامعقول شکل میں ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ انہیں مان نہ لیا جائے۔ لیکن جماعت میں یہ سمجھ عام طور پر نہیں آسکتی تھی اس لیے کہ قریش جارحانہ حملہ آور (Aggressors) کی شکل میں سامنے آئے تھے ایسے لوگوں کے ساتھ صلح کی تجویز پیش کرنا ہی بڑی جرأت اور ہمت کا کام تھا صرف ایک حضرت ابوبکرؓ تھے۔ جو حضرت نبی اکرم صلعم کے ساتھ متفق ہوئے۔ وہ آپ کی سوسائٹی میں نہایت سمجھدار اور اثر والے بزرگ تھے۔ ان کی سمجھ سب میں سرایت کرگئی جس نے سب کو ٹھیک کرلیا۔ اور فیصلہ وہ ہوا جس سے قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملنے پر تیار ہوگئے۔

پچھلی غلطیوں کا ازالہ | جب میل ملاپ بڑھا۔ تو قریش کو معلوم ہوا۔ کہ آپ میں کوئی انتقامی جذبہ ہی نہیں۔ اور نہ آپ کا مقصد امپیریلزم قائم کرنا ہے۔ تب وہاں

ظاہر میں انتقام کی صورت نظر آتی تھی۔ وہاں بھی اصل میں رحمت ہی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا، کہ وہ لوگ جو آپ کی جان کے لاگو تھے، اب آپؐ پر جان قربان کرنے کو تیار ہو گئے۔ بعد میں آپؐ کی تحریک کو عرب میں جو ترقی حاصل ہوئی اور قریش نے حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت تک جو کام کیا اور صرف رسول اللہ صلعم کے اشارے کے ماتحت رہے۔ وہ سب اسی فیصلے کی برکت تھی جو حدیبیہ میں ہُوا +

غرض اسلامی انقلاب سے جو فائدے حاصل ہوئے تھے، اُن کا منبع حضرت نبی اکرم صلعم کی ذاتِ مبارک اور آپ کے قریب ترین ساتھی تھے اور اس صلح نے ثابت کر دیا، کہ آپ ذاتی طور پر فتح اور شکست اور لوٹ مار کے خیال سے بہت اونچے ہیں۔ لیکن آپ کی انقلابی جماعت کے اور کارکن آپ کی طرح غلطی کرنے سے پاک نہیں تھے۔ ان سے جو غلطیاں سرزد ہوئیں، اس صلح نے آپؐ کو ان سے بھی بری ثابت کر دیا۔ اور یہ بھی دکھا دیا، کہ آپ کے ساتھیوں کی غلطیاں بھی عام غارت گر جماعتوں کی خود غرضانہ غلطیوں سے زیادہ اونچی طرز کی تھیں آگے چل کر آپؐ کے ساتھیوں کے اس کیریکٹر پر مزید روشنی ڈالی جائے گی +

اگلی "غلطیوں" کا ازالہ | قریش کے ساتھ آئندہ جو معاملات پیش آئیں گے۔ اُن میں بھی انتقامی صورتیں اسی طرح آئیں گی جس طرح پہلے آ چکی ہیں۔ وہ بھی سب ظاہر میں ذنب ہوں گی لیکن اس واقعہ نے جس طرح پہلی نام نہاد غلطیوں کے متعلق تمام شُبہے دور کر دیے اور انتقام کا الزام آپؐ پر سے دھو دیا، اسی طرح آئندہ بھی جو شخص ظاہری انتقامی شکلوں کو اس فیصلے کے سامنے رکھ کر دیکھے گا۔ وہ سوچ ہی نہیں سکے گا۔ کہ رسول اللہ صلعم قریش کے لیے کوئی انتقامی فکر پیدا کر سکتے تھے۔ اسی طرح آئندہ انتقامی صورتیں

بھی اس واقعے کی روشنی میں صاف ہو جائیں گی۔ اور نام نہاد ذنب کا گمان کلیتہً زائل ہو جائے گا۔

جس قوم کے ساتھ تم اب مل کر کام کرنا چاہتے ہو۔ اس کی یہ نظر ہے۔

انسان کی ارتفاقی زندگی اور انتقام | امام ولی اللہ دہلویؒ کی حکمت کا یہ ایک ادنیٰ حصہ ہے کہ انسان ارتفاقات[1] کی ترقی سے اپنی حیوانیت کی تکمیل کرتا ہے۔ اس تمام عمل کے نیچے انسان کی عقلیت یا ملکیت کام کرتی ہے۔ ارتفاقی زندگی میں پہلی منزل گھر کی زندگی ہے۔ گھریلو زندگی میں انتقامی جذبے کے ماتحت کوئی ترقی نہیں ہو سکتی اور نہ گھر کے لوگوں کو شتر بے مہار کی طرح چھوڑ کر کوئی کام ہو سکتا ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے۔ کہ وہ ایک بادشاہ کی اطاعت کر رہے ہیں۔ مگر بادشاہ کون ہے؟ باپ۔ اس میں انتقام نہیں ہوتا۔ صرف رحمت اور محبت ہوتی ہے۔ مگر بادشاہ کے حکم میں انتقام آتا ہے۔ جب ایک ہی شخص بادشاہ بھی ہو اور باپ بھی ہو تو صورت یہ ہوگی کہ ظاہر میں انتقام ہوگا، لیکن اندر سے رحمت اور محبت۔ اس طرح خانگی زندگی ترقی کرے گی۔ محلے، گاؤں، شہر، ملک اور ممالک کی بین الاقوامی زندگی میں بھی اسی طرح ترقی کرنی چاہیے۔ اگر انتقام کی صورت آجائے تو کوئی حرج نہیں۔ مگر انتقام کی سپرٹ نہ ہو۔ جب مخالف لوگ ہمارے ساتھ مل کر چلیں۔ تو انہیں معلوم ہو۔ کہ وہ انتقام نہیں تھا۔ بلکہ رحمت تھی۔ جب کوئی تحریک اس اصول پر ترقی کرتی ہے وہ انسانیت میں جانے پہچانی ہو جاتی ہے۔

جن لوگوں نے اسلام کو فقط فاتحانہ انداز میں بند کر دیا ہے۔ یعنی لڑے اور فتح پائی۔ تو یہ اسلام ہے۔ اور شکست کھائی تو کفر ہے۔ وہ بھی اسلام کو

---

[1] زندگی بسر کرنے کے طور طریقے (مرتب)

دنیا میں کامیاب نہیں بنا سکتے۔ جب تک فتح و شکست میں ایک ہی جذبہ — محبت اور رحمت — کام نہ کر رہا ہو۔ اور اس کے نیچے فائدہ پہنچانا اور خدمت کرنا نظر کے سامنے نہ ہو۔ اس وقت تک اسلام مکمل نہیں ہوتا[1] مگر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی ہستی بنا رکھا ہے۔ جس کے کسی فعل یا نمونے کی پیروی ممکن ہی نہیں۔ اسی طرح وہ ایک نمونہ جو ساری انسانیت کے لیے پیش کیا[2] گیا تھا نظروں سے اوجھل کر دیا گیا۔

(ب) وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ

[اور اپنی نعمت تجھ پر تمام کرے]

"اتمام نعمت" سے کیا مراد ہے؟ قریش جو تیری اپنی قوم ہے، وہی تیرے دست و بازو بن کر کام کریں گے۔ اور دعوتِ ابراہیمی کو دنیا میں اونچے درجے پر غالب کریں گے۔ یعنی اسے بین الاقوامی مرکز میں لا کر غلبہ دیں گے۔

"اتمام نعمت" کے معنوں کے لیے امام ولی اللہ دہلویؒ کی وہ تشریح دیکھنی چاہیے جو وہ "بین الاقوامی سیاست" کے عنوان سے حجۃ اللہ البالغہ میں کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

فلما کثر ذالک فی الملوک اضطروا الی الخلیفہ وھو من حصل لہ من العساکر والعدد ما یُری کالممتنع ان

---

[1] حضرت نبی اکرم صلعم نے احد کے ایک معرکے میں شکست کھا کر دانت شہید کراتے ہوئے فرمایا رب اغفر لقومی انھم لا یعلمون (خدایا میری قوم کو بخش دے یہ لوگ مجھے پہچانتے نہیں) یہ تھا جذبہ محبت و رافت جس نے جابہ بعد آپ کے مخالفین کے دلوں میں اثر کیا اور ثابت کر دیا کہ آپ معلم اور باپ ہیں منتقم اور فاتح نہیں۔ (مرتب)

[2] لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب ۳۳: ۲۱) [تمہارے لیے اللہ کا یہ رسول ایک نمونہ ہے]

یسلب رجلٌ اٰخر مُلکَهٗ فانه انما یتصوّر بعد بلاءٍ عامٍ وجهدٍ کبیرٍ واجتماعاتٍ کثیرۃٍ وبذل اموالٍ خطیرۃ تتقاصرُ الانفسُ دونها وتحیلهٗ العادۃ واذا وجد الخلیفةُ واحسن السیرۃ فی الارض وخضعت له الجبابرۃُ وانقاد له الملوک تمّت النعمةُ

(حجۃ اللّٰہ البالغہ الجزء الاول ص ۴۵)

"یعنی جب قومی بادشاہوں میں حسد اور بغض بڑھ گیا۔ تو انسانوں کو خواہ ایسے خلیفہ کی ضرورت پڑی جسے فوج اور سامان جنگ کی اتنی کثرت حاصل ہو کہ کسی شخص کا اس کا ملک چھین لینا ناممکن کے قریب ہو۔ کیونکہ ایسے بادشاہ سے ملک کا چھیننا اسی صورت میں تصور میں آتا ہے، جب اس کے سب ملکوں میں عام بغاوت پیدا ہو جائے۔ اور اُسے ملک داری سے ہٹانے کے لیے بہت ہی کوشش کی جائے بڑے بڑے اجتماعات کیے جائیں اور بے انتہا روپیہ صرف کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اتنی کوشش سے عام انسان عاجز ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسے ناممکن سمجھا جاتا ہے۔ کہ ایسے بادشاہ کو اس کے عہدے سے ہٹایا جائے۔ جب ایسا خلیفہ قائم ہو جائے اور اس کی سیرت بھی اچھی ہو۔ اور بڑے بڑے زبردست لوگ اس کے تابع ہو جائیں۔ اور اردگرد کے تمام بادشاہ اس کی اطاعت اختیار کر لیں تو سمجھنا چاہیے کہ نعمت انتہا کو پہنچ گئی"

گویا حضرت امام کے نزدیک بین الاقوامی غلبے ہی کا نام اتمام نعمت ہے۔

(ج) وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا

[اور تجھے سیدھی راہ پر چلائے]

سیدھی راہ | رسول اللہ صلعم کی کامیابی کا صحیح پروگرام یہ ہے کہ قریش آپ کی تعلیم کے خادم بنیں اور آپ کے اصول پر جو حکومت پیدا ہو اُسے چلائیں۔ تاکہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی دعا عمل میں آئے[۱]۔ اگر یہ صورت پیدا نہ ہو اور آپ دوسری قوموں کی مدد سے اپنا پروگرام کامیاب بنا کر دکھا دیں، تو گو آپ انسانیت پر ایک بہت بڑا احسان کرنے والے گنے جائیں گے۔ لیکن ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی دُعا کا مصداق نہ ٹھہریں گے۔ پہلے نبیوں کی برکتوں کا مصداق بننا تو اُسی صورت میں ہوسکتا ہے۔ کہ آپ قریش کو اپنا مددگار بنائیں۔ پہلے سب نبی اپنی اپنی قوم کو دعوت دیتے چلے آئے ہیں۔ اور انہیں ساتھ ملا کر کام کرتے رہے ہیں[۲]

---

[۱] ان کی دُعا کے الفاظ یہ ہیں:-

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

(البقرہ ۲: ۱۲۸-۱۲۹) [اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا تابع بنائے رکھ اور ہماری نسل سے ایک ایسی امت پیدا کر جو تیرے حکموں کے نیچے رہ کر زندگی بسر کرے۔ اور ہمیں مناسک سکھا اور ہم پر رحم فرما۔ تو رحمت کرنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہماری اس نسل میں جس کی ہم نے دُعا کی ہے اُنہی میں سے ایک (ایسا) رسول پیدا کر جو انہیں تیرے حُکم پڑھ کر سنائے، قانون سکھائے (اس قانون کی حکمت بتائے اور انہیں پاک کرے بے شک تو عزت دینے والا حکمت دینے والا ہے]

[۲] قرآن حکیم میں آتا ہے کہ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ (۱۴: ۴)
(ہم نے ہر ایک رسول اُس کی اپنی قومی زبان میں بھیجا ہے)

Marfat.com

اس لیے آپ کا بھی فرض ہے، کہ اپنی قوم کو ساتھ ملائیں، کیونکہ کام کرنے کا طبعی طریقہ یہی ہے۔ اس سے آپؐ کا طریقہ وہ ہو جائے گا۔ جو حضرت آدمؑ سے شروع ہو کر آپؐ تک ایک ہی طریق پر قائم رہا۔ یعنی پہلے قومی انقلاب مکمل کرنا، پھر اُسے بین الاقوامی درجے تک کامیاب بنانے کی کوشش کرنا۔ اگر آپؐ بھی اس طریق پر کام کریں گے۔ تو یہ طریقہ رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے مستقل پروگرام بن جائے گا۔ اگر آپؐ پہلے نبیوں کے طریق سے ہٹ کر کوئی اور طریقہ اختیار کریں گے تو وہ آئندہ انسانیت کے لیے تبدیل نہ ہو سکنے والا پروگرام نہ ہوگا۔ غرض حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یہی طریق اختیار کیا۔ کہ پہلے اپنی قوم کو درست کیا اور انہیں اپنا دست و بازو بنایا۔ پھر اُن کی مدد سے دُوسری قوموں کے ایک ایک حصّے کو ساتھ ملایا۔ پھر اُس حصّے نے اپنی اپنی قوم میں یہ انقلابی کام کیا اور قرآنِ حکیم کی تعلیم پھیلا کر اس انقلاب کی تکمیل کی۔ چنانچہ حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ نے قوم بقوم پھیلنے کا جو طریق تاریخی طور پر ثابت کیا ہے۔ اُس کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں۔[1] آج بھی جو قوم قرآن کے انقلاب کو بین الاقوامی درجے پر کامیاب بنانے کا تہیہ کرے، وہ اسی طریق سے اسلام کی تعلیم کامیاب بنا سکتی ہے۔ یہ تنظیم و تربیت ہی انقلاب کی رُوح ہے۔

(۳) وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ○

[اور اللہ تجھے زبردست مدد دے]

کُل قومی حکومت تیری اس کمزور جماعت ہی کے ذریعے سے مہیا ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرتِ عثمانِ غنیؓ کی شہادت سے پہلے ان غریب اور بیکس عربوں نے قیصر اور

[1] ص ۲۹

کسریٰ کی حکومتوں کے تختے اُلٹ کر رکھ دیے۔ اور اُن کی جگہ قرآن کا قانون چلایا۔ اس انقلاب کی بنیاد انسانی فطرت کی ضرورتوں پر تھی۔ اس لیے رفتہ رفتہ سب قوموں کے عقلمند لوگوں نے اسے اپنا لیا۔ اس طرح یہ تحریک روز بروز بڑھتی گئی۔ یہ سب کچھ اس صلح حدیبیہ کا نتیجہ تھا +

(۴) (۱) هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ

[وہی ہے۔ جس نے ایمانداروں کے دلوں میں اطمینان اتارا۔ تاکہ اُن کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھ جائے]

صحابہ کا ایمان: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت نے یہ سُن کر کہ حضرت عثمان جو اہلِ مکہ کے پاس گفت و شنید کرنے گئے تھے، شہید کر دیے گئے ہیں آنحضرت صلعم کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی۔ اس خبر سے صُلح کا دروازہ کھُلا۔ اور حضرت نبی اکرم صلعم صُلح کے لیے سب سے نچلے نقطے پر اُتر آئے۔ یہ بات اس لڑنے والی طاقت کو جو موت پر بیعت کر چکی تھی، سخت ناگوار گزری۔ لیکن خداوند تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کے ذریعے سے سب کو ان ناگوار شرطوں پر اطمینان عطا کیا +

پہلا ایمان موت کی بیعت سے ظاہر ہوا۔ اور دوسرا ایمان اُن ناگوار شرطوں پر صلح قبول کرنے سے +

(ب) وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

[آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں]

اب اُن کی کیفیت وہی ہے جو آسمان پر خُدا کے فرشتوں کی ہے یہ

جماعت رسول اللہ صلعم کے لیے فرشتوں کی طرح ہے۔ کہ وہ آپ کے حکم کی پوری پوری اطاعت کرتے ہیں[1] +

(ج) وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

[اور اللہ علم اور حکمت (دینے) والا ہے]

اللہ دنیا والوں کو علم اور حکمت دینا چاہتا ہے۔ اس علم و حکمت کے دینے کے لیے اس نے فرشتوں جیسے انسانوں کا لشکر تیار کر دیا ہے +

آسمانی فرشتے حکمت لاتے ہیں۔ اور انسانوں کو دیتے ہیں۔ اب ان انسانوں (مسلمانوں) کا کام یہ ہے۔ کہ حکمتِ الٰہی کو دنیا میں پھیلائیں۔ یہ اُٹھتے ہیں تو باغی طاقت کو [illegible] کے لیے جو کمینوں کو آگے بڑھنے سے روکتی ہے اور صلح کرتے ہیں۔ تو مسکینوں کو آگے بڑھنے کا موقعہ دینے کے لئے خدا کی یہ خوشنودی انسانیت کی خدمت کے ذریعے سے حاصل کرنا چاہتے ہیں +

انسانیت کی خدمت

یہاں ہم اس جملے کو ذرا دہرا دینا چاہتے ہیں، کہ انسانیت کی خدمت کرنا ہر ایک شریف انسان کا طبعی فرض ہے۔ جس طرح ماں باپ بچے کی خدمت بے غرضی کے ساتھ کرتے ہیں، اسی طرح ایک شریف انسان اپنے احاطہ انسانیت کی خدمت کرنا اپنا طبعی فرض جانتا ہے +

یہ خدمت دو شکلیں اختیار کرتی ہے :-

۱۔ ایک انسان ہے، جو اس خدمت کا بدلہ دنیا میں سونے چاندی اور عزت کی شکل میں مانگتا ہے۔ یہ بادشاہوں کی جماعت ہے +

۲۔ دوسرا گروہ وہ ہے، جو اس خدمت کا بدلہ دنیا میں پیسے اور عزت

---

[1] فرشتوں کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ [وہ اللہ کے کسی حکم کی بھی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جائے] (التحریم ۶۶ : ۶)

Marfat.com

کی شکل میں لینا ضروری نہیں سمجھتا۔ اُس کی عزت وہی ہے جو اللہ کے ہاں ہے۔ یہ نیک
کی جماعت ہے +

قرآنِ عظیم اس دوسری جماعت کو زندہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ ہر ایک قوم
اس قسم کے لوگوں کا نمونہ پیدا کر دے گا۔ اُس کے لیے نمونے کی جماعت وہ
جو حضرت نبی اکرم صلعم نے تیار کی۔ اسی نمونے پر ہر ایک قوم میں جماعتیں بننی
چاہییں۔ یہاں تک کہ سب قومیں اسی نقطے پر جمع ہو جائیں۔ یہ ہے قرآن کا
اصلی مقصد +

اس خدمت سے اس جماعت کا مقصود کیا ہے؟ وہ اگلی آیت میں
بیان کیا گیا ہے +

(۵) لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ
وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

[تاکہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں پہنچا دے۔
جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اور اُن کی بُرائیاں اُن پر سے اُتار دے اور
یہ اللہ کے ہاں بہت بڑی کامیابی ہے]

اس خدمت کا مقصد اس جماعت کا نصب العین دُنیا کی عزت میں ہے۔ وہ اپنی
جان اور مال قربان کر کے اللہ کے قانون کو بلند کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ یہی قانون
ہے جس کے ذریعے سے غریب اور مسکین طبقے کا استفاع (Exploitation)
ختم ہو سکتا ہے وہ خُدا کی مخلوق کی یہ خدمت کسی دُنیاوی لالچ سے نہیں کرتے

وہ جنّاتِ عدن (ہمیشگی کے باغات) کی زندگی چاہتے ہیں۔ گو اُن کی خدمات کا طبعی نتیجہ یہ بھی ضرور ہو گا کہ وہ دُنیا میں بھی سرفراز ہوں گے۔ اور زرخیز و زرریز علاقوں کے مالک بنیں گے۔

وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ (اُن کی بُرائیاں اُن سے اُتار دے)

غلطی کی معافی کیوں؟ | اب اُنھوں نے جس اطاعت شعاری کا اظہار کیا ہے، اُس سے ثابت ہوتا ہے، کہ اُنھوں نے اپنی غلطیوں سے فائدہ اُٹھانا اپنا مقصد نہیں بنایا۔ وہ جنگ کرتے تھے۔ تو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے۔ تاکہ اُس کا قانون چلے۔ اور مظلوم انسانیت ظالم طبقے کے ظلم سے چھوٹے۔ اور صلح قبول کی تو فقط اللہ کے حکم کے تابع ہو کر، تاکہ اُس کا نام بلند ہو۔ اور مظلوم انسانیت کچلی نہ جائے۔ اُن کی اِس ذہنیت کی وجہ سے اُن کی غلطیاں جو انقلاب کے دوران میں اُن سے ہوئی ہیں۔ معاف کر دی جائیں گی۔

اس قسم کی بخشش کا اعلان اُن لوگوں کے بارے میں بھی ہو چکا ہے۔ جنھوں نے سب سے پہلے معرکۂ انقلاب یعنی جنگِ بدر میں حصّہ لیا۔ اُن کی نسبت ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کی سب غلطیاں معاف کر دی ہیں۔ اس معافی کی وجہ بھی یہی ہے۔ کہ اُن لوگوں نے اپنی ان غلطیوں سے اپنی ذات کے لیے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا اور نہ اُن کا یہ مقصود تھا۔

وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا (یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے)

اور اللہ تعالیٰ نے حجاز میں سے ایک جماعت کو چُن لیا ہے۔ اور اُنہیں

Marfat.com

بہت سے امتحانوں میں آزما لیا ہے ۔ اب یہ بہت اُونچے درجے پر کامیاب ہوئے ہیں ۔ اس لیے اُنہیں کُل قومی غلبہ دیا جائے گا ۔

(۲) وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝

[اور تاکہ دغا باز مردوں اور دغا باز عورتوں کو اور اللہ کے متعلق طرح طرح کے بُرے گمان کرنے والے مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے، مصیبت کا پھیرا انہی پر پڑتا ہے ۔ اللہ ان پر غصّے ہوا ۔ اور اُس نے اُن پر لعنت کی اور اُن کے لیے جہنّم تیار کی ۔ اور وہ نہایت ہی بُرے ٹھکانے پر پہنچے]

تھڑدلے : منافقین | قریش میں سے جو لوگ اس قرآنی انقلاب کے نظریّے کو پوری طرح بغیر کسی شرط کے مان چکے ہیں ۔ وہ غلبہ پائیں گے ۔ لیکن جو اہلِ قریش کسی مصلحت کی وجہ سے اس انقلاب کو قبول کرتے ہیں ۔ یا حنیفیّت — تحریک ابراہیمی — پر پورا یقین نہیں رکھتے ۔ وہ قطعاً ناکام رہیں گے ۔

آئندہ چل کر بھی جو لوگ قرآنی نظریۂ انقلاب پوری طرح مانیں گے، وہی بین الاقوامی کامیابی حاصل کر سکیں گے ۔ اور تھڑدلی کے ساتھ اطاعت کرنے والے (منافقین)، یا اس پروگرام پر پورا بھروسہ نہ رکھنے والے، جو اس میں اِدھر اُدھر سے اور چیزیں شامل کرنا چاہیں گے (مشرکین) ناکام رہیں گے ۔

وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ (اور تاکہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو عذاب میں مبتلا کرے)

مسلمانوں کے اندر ایک جماعت ہے۔ جو قرآن کی اطاعت کا نام تو لیتی ہے لیکن صلح و جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو عزت کے ساتھ قبول نہیں کرتی۔ بلکہ اپنی مصلحتوں کے ماتحت مانتی ہے۔ اگر رسول اللہ کا فیصلہ اُن کی اپنی ضرورتوں کے مطابق ہُوا، تو مان لیتے ہیں۔ نہیں تو انکار کر دیتے ہیں۔ گو وہ کھلم کھلا انکار نہیں کرتے لیکن عملاً اُسے مانتے بھی نہیں۔ یہ منافقوں کی جماعت ہے۔ ان کا اصل مقصد دُنیا کی عزت اور روپیہ حاصل کرنا ہے۔ اس لیے کبھی کبھی رسول اللہ صلعم کا فیصلہ اُن کے ذاتی فائدوں سے ٹکرا جاتا ہے۔ اور اُن کی ساری سکیمیں برباد ہو جاتی ہیں۔ یہ اُن کے لیے موت اور عذاب ہے۔

وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ (اور شرک کرنے والے مرد اور شرک کرنے والی عورتیں)

رجعت پسند مشرکین: قریش میں مومنوں اور منافقوں کی جماعتوں کے علاوہ ایک اور گروہ بھی ہے۔ یہ لوگ حنیفیت پر پُورا یقین نہیں رکھتے۔ حنیفیت سے پہلے جو دَور تھا اور جسے حضرت ابراہیمؑ نے آ کر ارتجاعی (Reactionary) بنا دیا۔ اُس کے علموں اور ہنروں سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ وہ فقط اللہ پر بھروسہ کر کے دُنیا اور دین اس کے حوالے نہیں کرتے، بلکہ اس میں تھوڑا سا شرک ضرور ملا لیتے ہیں۔ انہیں اس بات کا یقین نہیں ہے۔ کہ محض خدا پر بھروسہ رکھ کر کام کیا جائے۔ اور اُس میں دُنیا بھی شامل نہ ہو۔ تو دُنیا سے بہتر زندگی رجعت نہیں مل سکتی ہے۔ وہ آخرت کی زندگی کو محض خیالی کے درجے پر سمجھتے

ہیں۔ یہ لوگ اس پُرانی ذہنیت کو چھوڑ کر نئی انقلابی ذہنیت کو قبول نہیں کر سکتے ان کا نام قرآنِ حکیم کی اصطلاح میں مشرکین ہے۔ جب مسلمانوں کو محض اللہ پر بھروسہ کر کے کامیابی ہو گی۔ اور وہ آگے بڑھ جائیں گے، تو یہ مشرکوں کے اصُول کے قطعاً خلاف ہو گا۔ وہ مسلمانوں کی کامیابی ناممکن سمجھتے ہیں۔ یہ مشرک لوگ بھی شکست کھا جائیں گے۔ مسلمانوں کے مقابلے میں کامیابی کا کوئی راستہ نہ پائیں گے اور عذاب میں پھنس جائیں گے +

الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ (اللہ کی نسبت طرح طرح کے بُرے گمان باندھنے والے)

مشرکین کی تحلیلِ نفسی | یہ مُشرک اللہ پر پُورا بھروسہ نہیں رکھتے۔ انہیں یقین نہیں کہ خُدا پر پُورا پُورا بھروسہ کر کے آخرت میں ہماری ایسی مستقل زندگی شروع ہو سکتی ہے جس کے مقابلے میں اس عارضی دُنیاوی زندگی کو قربان کر دینا کوئی گھاٹا نہیں ہے۔ وہ دُنیاوی زندگی کی کامیابی کے لیے خُدا کے ساتھ کسی اور کو شریک بنانا ضروری سمجھتے ہیں۔ مثلاً تناسخ کو ماننے والی قومیں موت کے بعد زندگی مانتی ضرور ہیں۔ مگر اس زندگی کو اس دُنیاوی زندگی ہی میں مجسّم مانتی ہیں۔ وہ اس مستقل زندگی کا تصور کر ہی نہیں سکتے۔ جو اس دُنیاوی زندگی سے آگے ہے۔ اس لیے انہیں دُنیاوی زندگی قائم رکھنے کے لیے حُکمران طاقتوں کے ساتھ مصالحت (Compromise) کرنا ضروری ہوتا ہے۔ وہ اپنے دینی پروگرام کی مخالفت کرنے والے حکمرانوں کے ساتھ سمجھوتہ کیے بغیر آگے بڑھ نہیں سکتے۔ یہ نتیجہ ہے خُدا کے متعلق اُن کی اُس بدظنی کا کہ وہ تنہا ہماری زندگی کا کفیل نہیں ہو سکتا۔ مشرکوں کو یہ بدظنی انہیں دُنیاوی زندگی میں قدم قدم پر مصالحت (Compromise) کرنے پر مجبور کرتی رہتی ہے۔ اور وہ

Marfat.com

اپنے نصب العین (Ideal) پر قائم نہیں رہ سکتے +

خُدا کے متعلق اس نیم منفیانہ ذہنیت کا آخری نتیجہ اس کا قطعی انکار ہی ہوتا ہے۔ جب خُدا تعالیٰ کے متعلق انسان کی ذہنیت یہ ہو کہ آدھا اقرار ہو اور آدھا انکار تو کامیابی ناممکن ہے۔ اور صحیح معنوں میں بین الاقوامی انسانی حکومت پیدا نہیں ہو سکتی، تو خُدا کا قطعی انکار کر کے تو یہ نعمت (کل قومی حکومت) حاصل ہونا قطعاً ناممکن ہو جاتا ہے +

اس وقت یورپ میں امپیریلزم (Imperialism) کے ردِّ عمل کے طور پر جو غلط سیاست اور غلط مذہبیت کی پیداوار تھا۔ کمیونزم (Communism) پیدا ہو چکا ہے۔ اُس میں خُدا کا انکار لازم ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خُدا کے انکار کی وجہ ہی سے وہ بھی امپیریلزم کی شکل اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔ اُس کا پہلا قدم استعماریت (Colonialism) ہے جس کا لازم نتیجہ امپیریلزم ہو گا۔ اُسے اس دوسری بڑی جنگ (۱۹۳۹-۴۵ء) میں امپریلیسٹ طاقتوں کے ساتھ مل کر کام کرنا پڑا، جس کی وجہ سے اُسے اپنا کمنٹرن (Comintern) یعنی بین الاقوامی نظام توڑ کر اُن سرمایہ دار طاقتوں کے ساتھ مصالحت (Compromise) کرنی پڑی[لہ] +

نام نہاد کمیونزم میں جس قدر مسکین نوازی ہے۔ اُس سے کہیں زیادہ

لہ یہ مولانا سندھیؒ کے الفاظ ہیں۔ آج ۱۹۶۶ء میں ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ روسی حکومت بار بار امریکی سرمایہ دار حکومت کے ساتھ تعاون کر رہی ہے بلکہ روسی اشتراکی پارٹی Co-existence کا اصول تسلیم کر چکی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اشتراکیت اور سرمایہ داری پہلو بہ پہلو چل سکتی ہیں۔ یہ لینن کے اصول انقلاب کی نفی ہے (مرتب: جون ۱۹۶۶ء)

Marfat.com

مسکین نوازی امام ولی اللہ کے فلسفے میں ہے اور اس میں مزدور اور کاشتکار کے حقو
کا زیادہ خیال رکھا گیا ہے۔ لیکن اس کی بنیاد خدا کے صحیح اور صاف تصور پر ہے
جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک کارکن اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس زندہ تصو
کے ساتھ گزارتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اس کے سامنے ہے یا کم سے کم یہ کہ خدا تعا
اسے دیکھ رہا ہے۔ وہ یہ تصور بھی ایک زندہ اور پائیدار شکل میں اپنے سامنے
رکھتا ہے۔ کہ اگر اس نے کم تولا یا کسی کے حق کو ناجائز طور پر پاؤں تلے رو
تو وہ دنیا میں بھی سزا پائے گا۔ اور مرنے کے بعد بھی اسے خدا تعالیٰ کے
سامنے حاضر ہو کر اپنے عملوں کی جوابدہی کرنی ہو گی۔ امام صاحب کی حکمت
اسے یہ بھی سکھاتی ہے۔ کہ قرآن حکیم پر عمل کرنے والے کارکن کو خدا کے
سوا کسی سے اپنے عمل کا بدلہ لینا ضروری نہیں۔ انسان بےشک اس لیے پیدا ہوا ہے
کہ دنیا میں قرآنِ حکیم کی حکومت بین الاقوامی درجے پر چلائے، لیکن وہ اس حکومت
کے ذریعے سے اپنے لیے یا اپنے خاندان کے لیے کوئی فائدہ حاصل کرنے کا
حق نہیں رکھتا۔

قرآن حکیم کی تعلیم کا نتیجہ یہ نکلا، کہ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی حکومتیں
بے نظیر ثابت ہوئیں۔ اور آج تک دنیا ان کی مثال پیدا نہیں کر سکی۔ اب اس
دور میں بھی امیر المومنین سید احمد شہیدؒ (۱۸۳۱-۱۷۸۶ء) اور ان کے ساتھیوں نے انہی
اصولوں پر اس نمونے کی حکومت پیدا کر کے ایک دفعہ پھر دکھا دی اور ثابت
کر دیا کہ اس قسم کی حکومت پیدا کرنا ہر زمانے میں ممکن ہے قرآن حکیم کے ماننے
والوں کے لیے اس میں بہت بڑی عبرت اور ذمہ داری ہے۔

عَلَیْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ (ان پر مصیبت کا پھیر پڑتا ہے)

وہ نہ دُنیا پائیں گے نہ آخرت +

وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَلَعَنَهُمْ (اللہ ان پر غضبناک ہوا اور اُس نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا)

یہ انقلاب اُن مذہبی قوموں کے لیے عذاب ہے، جو ابراہیمی طریق سے پہلے کے طریق کو نہیں چھوڑ سکتیں۔ اس میں یہودی اور عیسائی بھی شامل ہیں۔ اور ہندو اور بدھسٹ بھی، جو ابراہیمؑ کے نئے پیدا کیے ہوئے طریق کو قبول نہیں کرتے +

(۷) وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ○

[آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں۔ وہ عزت دینے والا حکمت دینے والا ہے]

منافقوں اور مشرکوں کی جماعتیں الگ کر دینے کے بعد مومنوں کی جو خاص جماعت رہے گی۔ وہ زمین پر آسمانی فرشتوں کی مانند ہو گی +

قرآنی سیاست کے بنیادی اصول قرآن حکیم کا پروگرام حقیقت میں پارٹی پالٹیکس (Party Politics) کے اصول پر صحیح اترتا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے، کہ صرف ایک خیال رکھنے والوں کو اکٹھا کرے، چنانچہ رسول اللہ صلعم نے اس اصول پر کام کیا۔ اور اُن مٹھی بھر لوگوں کو جمع کیا۔ جو قرآن کے سارے قانون کو دل و جان سے کامل طور پر بلا شرط مانتے تھے۔ اور صلح و جنگ میں رسول اللہ صلعم کے فیصلے کو خوشی کے ساتھ قبول کر کے کیوں اور کیسے کے سوالات پوچھے بغیر اطاعت کرتے تھے +

ہمارے خیال میں اب بھی جو لوگ "سنّت مسلمانوں" کو اکٹھا کر کے آگے بڑھنے

کا پروگرام رکھتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ انہیں اُن "مسلمانوں" میں سے وہ جماعت بنانی چاہیے۔ جو ذہن اور عمل کے لحاظ سے انقلابی ہو۔ اور اُس میں صرف ایک فکر کے لوگ شامل ہوں صرف اسی صورت میں کام اچھا اور جلد ہو سکتا ہے +

وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا (اللہ عزت دینے والا حکمت دینے والا ہے)

انٹرنیشنل طاقت کا وعدہ | اللہ تعالیٰ مومنوں کی اس جماعت کو عزت اور حکمت دینا چاہتا ہے۔ یعنی یہ جماعت مضبوط حکومت قائم کرے گی۔ جس کی کوئی دوسری حکومت بے عزتی نہ کرسکے گی۔ اور یہ حکمت و دانش کے مالک ہوں گے +

آیت نمبر ۲ میں تھا علیما حکیما (علم اور حکمت دینے والا) یعنی یہ لوگ علم اور حکمت میں طاق ہو کر تمام علمی سوسائٹیوں کو قائل کرلیں گے۔ کہ ابراہیمی تحریک کے سوا کوئی تحریک انسانیت کو مجموعی طور پر آگے بڑھانے والی نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ اتنی بلند انٹرنیشنل طاقت بنالیں گے کہ کوئی اُن کا مقابلہ نہ کرسکے گا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضؓ کے عہد میں اس انٹرنیشنل طاقت کا ڈھانچہ بنا۔ اور حضرت عثمان غنی رضؓ نے اسے بہت دُور تک پھیلا دیا۔ اور اس کی عزت اتنی بلند ہو گئی کہ دنیا کی تمام دوسری طاقتیں مل کر بھی اس کا مقابلہ نہ کرسکیں +

(۸) اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ

[ہم نے تجھے احوال بتانے والا، خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا]

نبی اکرم صلعم بطور معلّم اور نذیر | رسول اکرم صلعم کی دو حیثیتیں ہیں:-

(۱) معلّم (۲) جماعت کا لیڈر +

معلّم کی حیثیت میں آپ شاگردوں کے متعلق شہادت دیتے ہیں۔ کہ فلاں

شاگرد فلاں قابلیت کا ہے۔ اور فلاں شاگرد فلاں قابلیت کا۔ یہاں آپ کی شانِ معلمی ختم ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد وہ شاگرد آپ کے ساتھ ایک جماعت کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ آپؐ اُس جماعت کے رہنما ہیں۔ یہ جماعت منافقوں اور مشرکوں سے بالکل الگ اور خاص صفتوں کی مالک ہے۔ یہ جماعت قرآن کے اس پروگرام پر چلتی ہے کہ مظلوم انسانیت کی خدمت کرو۔ ظالموں کو گراؤ۔ اور مظلوم کی دادرسی کرو۔ اور اس کے سارے کام کا بدلہ صرف اللہ سے مانگو۔ اس پروگرام پر جو ٹھیک ٹھیک طور پر کام کرتا ہے۔ اُسے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کامیاب زندگی کی بشارت دیتے ہیں (مبشراً) اور اُسے یقین دلاتے ہیں کہ اُس کی دُنیاوی اور اُخروی زندگی کے فوائد محفوظ ہیں۔ جو لوگ اس پروگرام پر ٹھیک ٹھیک نہیں چلتے اُنہیں خبردار کرتے ہیں۔ کہ اُن کی دُنیاوی زندگی اور اُخروی زندگی ناکام رہے گی۔ وہ بہانے بنا کر دل کو خوش کریں۔ لیکن کامیابی نصیب نہ ہو گی۔ (نذیراً)

(۹) لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ط
وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ہ

[تم ضرور اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور اس کی مدد کرو۔ اور اُس کا وقار قائم کرو۔ اور صبح و شام اس کی پاکیزگی بیان کرو]

خدا کی محبت کے معنی | حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجنے کا مقصد یہ ہے، کہ جن لوگوں کے دلوں میں خدا کی محبت ہے۔ اُنہیں ایک استاد کی ضرورت ہے۔ جو انہیں بتائے کہ محبت کیسے کی جاتی ہے۔ اور خدا کی محبت

Marfat.com

کے دعوے سے انسانوں کی خدمت کس طرح ہونی چاہئے؛

خدا کی طرف سے الزام | مرنے کے بعد ہر ایک انسان سے اللہ تعالیٰ پُوچھے گا۔ کہ میں نے تجھ پر جو انعام کیا۔ تو نے اُس سے میرے لیے کیا کیا؟ وہ لمبی چوڑی باتیں بنائے گا مگر اُسے یہ کہکر جھوٹا کر دیا جائے گا۔ کہ میں تیرے دروازے پر بھوکا پیاسا بیمار ہو کر آیا۔ لیکن تُو نے مجھے نہ کھانے کو دیا، نہ پینے کو، نہ میری تیمارداری کی۔ حضرت مسیحؑ اور حضرت محمد رسُول اللہ صلعم نے اپنی اپنی تعلیم میں اسے بہت اچھی طرح کھول دیا ہے۔ اس چیز کو عام ذہنیت سے نہیں سمجھنا چاہیے۔ بلکہ اسے پُوری پُوری اہمیت دینی چاہیے۔

معاشی مسئلے کی اہمیت امام ولی اللہ کے نزدیک | امام ولی اللہ دہلویؒ معاشی زندگی کے اس پہلو کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ جب تک انسان کھانے پینے کے فکروں سے آزاد نہ ہو جائے، وہ شائستگی کی ایک منزل سے دوسری منزل میں ترقی کر ہی نہیں سکتا۔ اور اگر وہ ان تفکرات میں پھنسا رہے۔ تو اُس کی ترقی رُک جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت امامؒ بدور بازغہ صفحہ میں فرماتے ہیں۔ کہ:-

"انسان شائستگی کے دوسرے درجے تک اُسی صورت میں ترقی کر سکتا ہے۔ جب وہ بھوک، پیاس اور تسکین جذبہ جنسی وغیرہ طبعی حاجتوں سے فارغ البال ہو جائے"

اس حقیقت کو کہ انسان کی ابتدائی ضرورتیں پُوری نہ ہوں۔ تو سوسائٹی پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ ایک تاریخی مثال کے ذریعے سے بھی واضح کرتے ہیں۔ جس میں ایرانی اور رُومی سوسائٹی کی گراوٹ دکھا کر قرآنی انقلاب کی ضرورت ظاہر کرتے ہیں[1]۔

معاشی مسئلے کے بعد | غرض بھوک کا مسئلہ انسانی معاشرے (سوسائٹی) کا بہت ضروری

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ جلد اوّل صفحہ ۱۰۱

Marfat.com

مسئلہ ہے۔ لیکن یہ مسئلہ فقط اسی پر ختم نہیں ہو جاتا، کہ کسی انسان کا ایک وقت پیٹ بھر دیا جائے۔ اُس کے بال بچوں کا کون ذمہ دار ہے؟ پس ضرورت ہے کہ اس مسئلے کو مستقل شکل میں حل کیا جائے۔ اور بھوکوں کو اس قابل بنا دیا جائے، کہ انہیں خیرات کی ضرورت ہی نہ رہے۔ اس کے بعد ہی وہ ترقی کرنے کے خیالات سوچ سکتے ہیں +

جب خداوند تعالیٰ ایک بھوکے کے پیٹ کی ضرورت پوری نہ کرنے پر ایک بڑے آدمی کو جھوٹا قرار دے سکتا ہے، تو کیا ایک انسان کی دماغی ضرورت پورا نہ کرنے کے لیے خدا تعالیٰ کے ہاں کوئی حساب نہ ہوگا؟ ایک انسان کا دماغ بھوکا ہے، اُسے علم چاہیے۔ جس کے پاس علم ہے، وہ اُسے علم کیوں نہیں پہنچاتا؟ خدا اور بندے کے درمیان بھوکوں اور پیاسوں کے متعلق جواب طلبی کے سلسلے میں جو بات چیت ہوگی۔ اُس کے بعد یقیناً اُن لوگوں سے بھی جواب طلبی کی جائے گی۔ جو مظلوم انسانیت کو علم سے محروم رکھتے ہیں۔ جو شخص علم دینے کی اُجرت طلب کرے گا۔ وہ سارا بنا بنایا نظام بگاڑ دے گا +

حجازی انقلابیوں کی افضلیت ہم نے اشتراکی کارکنوں (Communist Workers) کو کام کرتے دیکھا۔ ہم عش عش کر کے رہ گئے۔ لیکن جب ہم نے کمیونسٹ حکمرانوں کو دیکھا تو ہمیں اُن پر لعنت بھیجنی پڑی۔ ہم نے دیکھا کہ زار کی قیصریت اُن حکمرانوں کے گھروں میں ناچ رہی ہے۔ اُن مشاہدوں اور تجربوں کے بعد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی جماعت کی عزت سمجھ میں آتی ہے۔ ہم قرآن عظیم کے اس پروگرام کے سوا جسے حضرت عثمانؓ کی شہادت تک کامیاب کر کے دکھایا گیا۔

Marfat.com

اور جس کی تفصیل امام ولی اللہ دہلوی نے بیان کی ہے[1]۔ اور کسی چیز کو قابلِ اطمی[نان]
نہیں پاتے۔ چنانچہ رُوس کے جمہوریہ اشتراکیہ (U.S.S.R.) کے آئین کی دف[عہ]
میں ہے۔ کہ:۔

The principle applied in the U.S.S.R. is that of Socialism: "From each according to his ability, to each according to his work." (Communist Manifesto)

"جمہوریہ اشتراکیہ رُوس (ینجاتی پر جاراج) میں اشتراکیت کا یہ اصُول کارفرما ہے۔ کہ ہر شخص بہ اعتبار اپنی قابلیت کے کام کرے۔ اور اُسے اُس کے کام کے مطابق دیا جائے"

لیکن حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے پہلے جانشین (خلیفہ) حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد میں یہ اصُول کارفرما تھا۔ کہ:۔

"ہر شخص اپنی قابلیت کے مطابق خدمت کرے اور اُسے اُس کی ضرورت کے مطابق دیا جائے"

چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ نے مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت جب بعض لوگوں نے بعض لوگوں کو افضل قرار دینے کا مطالبہ کیا، تو فرمایا کہ:۔

امّا ما ذکرتم من السوابق والقدم والفضل فما اعرفنی بذالك وانّما ذالك شئٌ ثوابُه علی اللہ جلّ ثناءہ وھذا معاشٌ فالاسوۃ فیه خیرٌ من الاثرۃ (کتاب الخراج لقاضی یوسف ص۵)

---

[1] ازالۃ الخفاء میں (مرتب)

Marfat.com

"یعنی تم نے سب سے پہلے ایمان لانے والے اور بہت پہلے زمانے سے اسلام کی خدمت کرنے والے لوگوں کا جو ذکر کیا ہے، تو مجھ سے کون بہتر جانتا ہے؟ لیکن وہ تو ایسی چیز ہے جس کا ثواب انہیں اُن کے پروردگار کے ہاں سے ملے گا۔ اور ہم تو سانجھ تقسیم کر رہے ہیں اس میں تو کمی بیشی کی بہ نسبت مساوات بہتر ہے"۔

غرض ہم نے رسُول کو شاہد، مبشّر اور نذیر بنا کر صرف اس لیے بھیجا ہے۔ کہ یہ جماعت جو خُدا سے محبت رکھتی ہے۔ اُس سے محبّت کا پروگرام سیکھ لے۔ اور اُسے کامیابی سے پورا کرے۔ خُدا سے محبّت کرنے کا مطلب ہے، خُدا کی مظلوم مخلوق کی خدمت کرنا اور اس خدمت کا اجر اللہ سے مانگنا۔ اور یقین رکھنا کہ جو خُدا تمہیں آسمان میں جنّت دے سکتا ہے۔ وہ تمہارے لیے زمین پر بھی راحت، آرام اور عزت کی جنت پیدا کر سکتا ہے۔ یہ درجہ طے کرانا رسُول کا کام ہے۔ اللہ پر یہ پکا ایمان ہونا چاہیے۔ کہ اُس نے جو تعلیم دی ہے۔ وہ ٹھیک ہے۔ اور اس پروگرام پر عمل کرنے سے دنیا میں بھی ہمارے لیے جنّت بن سکتی ہے۔ ہم یہاں بھی حکومت اور عزت کے لحاظ سے کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا

اس آیت میں غائب کی جتنی ضمیریں ہیں وہ سب اللہ کی طرف پھرتی ہیں۔

تُعَزِّرُوْهُ: اللہ کی مدد کرو۔

رسُول اللہ کی معرفت جو تعلیم ملی ہے اُسے غالب کرنے میں جو مدد دی جائے گی وہ اللہ ہی کی مدد ہے۔

تُوَقِّرُوْهُ - اللہ کا وقار قائم رکھو،

رُسول اللہ صلعم کی معرفت جو تعلیم ملی ہے اُس کا وقار دُنیا میں قائم کرنا

اللہ کا وقار قائم کرنا ہے +

تُسَبِّحُوْهُ : اُسے پاک سمجھو،

یہ خیال نہ کرو - کہ مدد مانگنے سے اللہ محتاج ہو گیا - یہ خیال غلط ہے - اُسے

عیب سے بالکل پاک سمجھو +

حقیقت یہ ہے کہ اس تعلیم کے غلبے کا مطلب ہے غریبوں اور مسکینوں کا

غلبہ - پس اللہ کی مدد کرنے اور اس کا وقار قائم کرنے کا مطلب یہ ہے - کہ

مسکینوں کی مدد کرو - اور وہ جس ظلم کے جُوئے تلے آئے ہوئے ہیں - اُس کے نیچے

اُنہیں نکال کر اُن کا وقار قائم کرو - اللہ تک پہنچنے کا اس کے سوا اور کوئی راستہ

نہیں ہے +

(۱۰) اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ

فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ

وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

[جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں - وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں - اللہ

کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اُوپر ہے - جو شخص اس عہد کو توڑتا ہے -

وہ اُسے اپنی جان پر توڑتا ہے - اور جو شخص وہ عہد پُورا کرتا ہے ؛

جو اُس نے اللہ سے کیا تو عنقریب اللہ اُسے بہت بڑا اجر دے گا +]

بیعت رضوان کی حقیقت | یہ عہد اللہ سے براہ راست ہے - یہ گویا تُعَزِّرُوْهُ او

تو قرآن کی عملی تفسیر ہے +

یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ :- (اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے)

یہ ہے رسُول اور مسلمانوں کا باہمی تعلق۔ رسُول مسلمانوں کے سامنے خُدا بن کر نہیں آتا بلکہ وہ خُدا کا نمائندہ ہے۔ اس لیے اُس کے ہاتھ پر جو بیعت کی جاتی ہے۔ اور اُس کے ساتھ جو عہد باندھا جاتا ہے۔ اُس کے متعلق یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ وہ خُدا کے ساتھ معاہدہ کیا جا رہا ہے۔ اُس کی پُوری پُوری اہمیت ہر وقت آنکھوں کے سامنے رکھنی چاہیے۔ کسی معاملے پر خُدا کے ساتھ معاہدہ کرنا بہت بڑی ذمہ داری اپنے سر لینا ہے +

فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ (جو شخص اس عہد کو توڑتا ہے۔ وہ اسے اپنی جان پر توڑتا ہے)

عہد شکنی کی سزا | جو شخص خُدا کے ساتھ عہد باندھ کر توڑتا ہے۔ وہ اپنی جان خطرے میں ڈالتا ہے۔ جماعتی سیاست (Party Politics) میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص پارٹی کے ڈسپلن کو قبول کرنے کے بعد اُس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ وہ سزا سے نہیں بچ سکتا۔ جب وہ اپنی جماعت کے فیصلے کے خلاف کوئی حرکت کرنے لگے اُسے یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس کے خلاف ضابطے کی انتہائی کارروائی کی جا سکتی ہے۔ اور اگر وہ غداری کر کے سزا سے نہیں بچ سکتا مرنے کے بعد تو وہ خُدا کے عذاب میں پڑے گا ہی اس دنیا میں بھی وہ بڑی سے بڑی سزا پانے کے لائق ہے۔ جو جماعت خدائی قانون کو چلانے کے لیے اُٹھے، اُسے اس قسم کا انتہائی ضبط قائم کرنا پڑے گا اور کسی رُکن کے متعلق کسی قسم کی رواداری، جنبہ داری اور رعایت نہیں کرنی ہوگی۔ چونکہ اس کا فیصلہ

Marfat.com

قطعی ہوگا۔ اس لیے معاملے کے تمام پہلوؤں پر غور کر کے فیصلہ کرنا ہوگا۔ اور پھر اُسے انتہا تک پُورا کرنا ہوگا۔ انقلابی جماعتوں میں ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ قرآنی انقلابی جماعت اس قسم کے شدید ضبط (Discipline) سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتی۔ یہ ہر ایک انقلابی جماعت کی طبعی ضرورت ہے +

وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔

(جو شخص وہ عہد پورا کرتا ہے۔ جو اُس نے اللہ سے کیا۔ تو عنقریب اللہ اسے بہت بڑا اجر دے گا)

جو شخص اپنے عہد کو پارٹی ڈسپلن (جماعتی انضباط) کے مطابق پُورا کریگا۔ وہ ہر قسم کی عزت اور اختیارات کا مستحق سمجھا جائے گا۔ اور وہ خدا تعالیٰ کے ہاں سے بہت اجر پائے گا۔ یہ اجر جلدی ہی ملے گا۔ (اس میں ایک جنگ کی طرف اشارہ ہے۔ جس پر مسلمانوں کو جانا ہوگا۔ اس کا ذکر آیت نمبرہ امیں آئے گا)

جو لوگ جند اللہ (خدائی لشکر) کے مخالف ہیں وہ دو قسم کے ہیں:-

(۱) منافق اور

(۲) کافر

آیات ۱۱ تا ۲۱ میں منافقوں کا ذکر ہے اور ۲۲ تا ۲۶ میں کافروں کا +

اِرتجاعی ذہنیت

(الف) سَیَقُوْلُ لَکَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَھْلُوْنَا ؎ ۔

[اب وہ لوگ جو گنواروں میں سے پیچھے رہ گئے تجھے کہیں گے کہ ہم اپنے مالوں اور گھر والوں کے کاموں میں لگے رہ گئے]

منافقین جو بدوی (اعراب) اس سفر میں آپؐ کے شریک نہ ہوئے، اب انہوں نے یہ بہانہ پیش کیا، کہ ہم اتفاقاً مال اور گھر بار کے جھگڑوں میں پھنس کر پیچھے رہ گئے اور سفر میں آپ کے ساتھ نہ جا سکے نہیں تو مسلمانوں نے نمونے کی جو زندگی دکھائی ہم اس میں ان سے کم درجے پر نہیں ہیں۔

(ب) فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ؎ [ہمارا گناہ بخشوا]

ہم اسے غلطی مانتے ہیں۔ کہ ہم آپ کے ساتھ سفر میں نہ جا سکے۔ اور درخواست کرتے ہیں، کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب فرمائیں ۔

قاعدہ یہ ہے، کہ جو شخص اپنا قصور مان کر معافی مانگ لے۔ اس کا جرم اور قصور ختم ہو جاتا ہے، وہ گویا ایسا ہے، جیسے اس نے جرم کیا ہی نہیں ؎۔ تو گویا یہ

؎ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ (الحدیث) [جو شخص گناہ سے توبہ کرے وہ اس شخص کی مانند ہو جاتا ہے، جس سے گناہ ہوا ہی نہ ہو] (مرتب)

لوگ اپنے آپ کو اُس جماعت کے برابر ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن قرآنِ حکیم اُنہیں اس غلط بیانی پر تنبیہہ کرتا ہے۔

(ج) يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ؕ

[وہ اپنی زبان سے وہ بات کہتے ہیں، جو اُن کے دلوں میں نہیں ہے]

چُونکہ وہ مُنہ سے وہ بات کہتے ہیں، جو اُن کے دلوں میں نہیں ہے، اس لیے وہ جُھوٹ بولتے ہیں۔ سفر میں اُن کے نہ جانے کی وجہ گھر بار اور مال کے جھگڑوں میں پھنسنا نہیں تھا۔ بلکہ اصل میں اُن کی جانے کی نیّت ہی نہ تھی۔ کیوں؟ اس پر سے اگلی آیت میں پردہ اٹھایا گیا ہے:

(د) قُلْ فَمَن يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ

[تو کہہ کس کا بس چلتا ہے اللہ سے، اگر وہ چاہے تمہارا نقصان یا چاہے تُمہارا فائدہ]

یعنی ہمارا تو اس معاملے میں کوئی دخل نہیں۔ تم اگر شوق سے ہمارے ساتھ چلتے تو ہم تُمہیں پیچھے نہ رکھ سکتے تھے اور نہ تُمہیں کسی نفع سے روک سکتے تھے۔ اب اگر تُم نے ہمارے ساتھ چلنے کا ارادہ نہیں کیا۔ تو ہم تمہیں اُس نقصان سے نہیں بچا سکتے۔ جو اب تمہیں برداشت کرنا پڑے گا۔ (اس نقصان کا ذکر آگے آیت نمبر ۱۵ میں آتا ہے)۔ نفع و نقصان تُمہارے اپنے فیصلے کا نتیجہ ہے۔ ہمارے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لیے ہمارے سامنے عذر پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

اس کا مطلب یہ ہے، کہ جو شخص اس پروگرام کو صحیح سمجھ کر خود آگے نہیں

Marfat.com

بڑھتا، اُسے آگے بڑھانے کی نبی یا اُس کی جماعت میں کوئی طاقت نہیں ہے۔ اس لیے یہ کام صرف اللہ کے اختیار میں ہے +

(۵) بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○

[بلکہ اللہ تمہارے سب کاموں سے خبردار ہے]

توفیق باندازۂ ہمّت | وہ تمہارے عملوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اُن کے مطابق تمہیں کام کرنے کی توفیق دے گا۔ پس اس جماعت میں شامل ہونے کے لیے لگاتار نیکی کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ درجہ اس قسم کا نہیں ہے کہ اتفاقاً ہاتھ آجائے +

(۶) بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِىْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا ○

[کوئی نہیں، تم نے تو خیال کر لیا تھا کہ رسول اللہ اور مسلمان کبھی اپنے گھر لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ اور تمہارے دلوں میں یہ خیال کُھب گیا اور تم نے طرح طرح کی بُری اٹکلیں کرنی شروع کیں اور تم لوگ تباہ ہونے والے تھے]

منافقین کی نفسی تحلیل | یہ لوگ جو اس سفر میں شریک نہ ہوئے تو اس لیے نہیں، کہ مالی و اولاد کے جھگڑوں میں پھنسے رہے، بلکہ دراصل اُن کی جانے کی نیّت ہی نہ تھی۔ اُنھوں نے یہ خیال پکا رکھا تھا کہ قریش ان سے ضرور مقابلہ کریں گے۔ اس لیے جنگ ہوگی۔ یہ لوگ مارے جائیں گے۔ ہم کیوں مفت میں مصیبت سہیڑیں۔ یہ اب گھروں کو واپس نہیں آسکتے +

وَزُيِّنَ ذٰلِكَ فِىْ قُلُوْبِكُمْ [تمہارے دلوں میں بات کُھب گئی تھی]

Marfat.com

تمہارے دلوں میں یہ چیز رچ گئی تھی ۔ اور تم مان بیٹھے تھے، کہ یہ لوگ شکست کھا جائیں گے اور زندہ نہ لوٹیں گے ۔ اور یہ بہت اچھا ہوگا +

وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ

تم نے یہ بُرا خیال پُختہ بنا لیا تھا ۔ کہ بس اب اسلام ختم ہوگیا ۔ جانے دو انہیں ۔ ہم ان کے ساتھ موت کے مُنہ میں کیوں جائیں +

یہ منافقت کی ایک کھُلی نشانی ہے، کہ منافق نفع کا تصوّر کیے بغیر کسی الٰہی تحریک میں شامل نہیں ہو سکتا ۔ وہ سب سے پہلے روپے پیسے کا حساب کرتا ہے اور سوچتا ہے کہ اس تحریک میں شامل ہونے سے مجھے کتنا نفع حاصل ہوگا ۔ اگر وہ دیکھتا ہے کہ مالی نفع حاصل نہ ہوگا، تو وہ بھولا بن کر کسی نہ کسی طرح اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے ۔ سچ ہے ؎

یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا (اقبالؒ)

ایک منافق سے بڑھ کر اس حقیقت کو اور کون سمجھ سکتا ہے ؟

وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا (تم تباہ ہونے والے لوگ تھے)

یہ بات نہیں کہ تم سے اتفاقاً غلطی ہوگئی ۔ اور تم پیچھے رہ گئے ۔ بلکہ تم جان بوجھ کر فیصلہ کر کے پیچھے رہے ۔ تم نے ایک غلط پروگرام کو زندہ کرنے کا ارادہ کیا ہوا تھا ۔ لیکن ایک غلط پروگرام کو زندہ کرنے میں طاقت صرف کرنا اپنی محنت کو برباد کرنا ہے اور تمہاری حرکت ایسی ہی تھی +

(۱۳) وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ

Marfat.com

سَعِیْرًا ۱۰ [اور جو کوئی یقین نہ لائے اللہ پر اور اُس کے رسُول پر، تو ہم نے منکروں کے لیے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے]

حجاز کو پاک کیا جائے | جو شخص اللہ اور اُس کے رسُول پر اس طرح ایمان نہیں لاتا، جس طرح خالص مومنین ایمان لائے رہیں کا ذکر آیت نمبر ۹ میں آچکا ہے) اُن کے لیے کامیابی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ تکلیفیں اُٹھانا اور تکلیفیں اُٹھاتے اُٹھاتے آخر میں جلنا، یہ اُن کے لیے طے شدہ ہے۔

یہ حجاز میں رہنے والے مخالفین کے لیے ہے۔ اُن کے لیے اس سرزمین میں رہنے کے لیے زندگی کی کوئی صورت نہیں چھوڑی گئی۔ سوائے اس کے کہ وہ اُس طرح ایمان لے آئیں جس طرح خالص مومنین ایمان لا چکے ہیں۔ چونکہ حجاز کو اس قرآنی انقلاب کا مرکز بنایا جانے والا ہے، اس لیے وہاں کی ارتجاعی طاقت کو زندہ رہنے کا موقعہ نہیں دیا جا سکتا۔ اب تک مسلمانوں میں یہ تخیّل باقی ہے کہ حجاز میں خلافِ اسلام کام کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ اس لئے کہ:

ع چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی؟

(۱۴) وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

[آسمانوں اور زمین کا راج اللہ ہی کے لیے ہے۔ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب میں ڈالے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے]

زمین پر اللہ کی بادشاہی | آسمان کی بادشاہی تو فرشتوں کے ذریعے سے ہے۔ زمین کی بادشاہی اس جماعت کے ذریعے سے قائم ہوگی۔ وہ اللہ کے قانون کو زمین میں پھیلائیں گے۔

یہ انقلاب بقول امام ولی اللہ دہلویؒ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت تک ہا[1] اس وقت تک حجاز میں
خدائی بادشاہی قائم تھی۔ قرآن کا قانون تھا۔ اور اس پر عمل کرنے والی ایک جماعت
تھی۔ وہ اپنے آپ کو قانون کا مالک نہیں سمجھتی تھی۔ بلکہ اپنے آپ کو خدا کا نائب سمجھ
کر اُس کے حکم کو بجالاتی۔ اور اُن پر عمل کرتی کراتی تھی۔ رسُول اللہ صلعم نے خود
خدا کا نائب (خلیفۃ اللہ) بن کر اپنے ساتھیوں کو، جو خُدا کے قانون کی عزّت اور
وقار قائم کرنے میں آپؐ کے شریک تھے، اپنے ذریعے سے خُدا کا نائب (خلیفۃ الرسول
خلیفۃ اللہ) بنا دیا۔

يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَآءُ

(تاکہ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب میں ڈالے)

جو شخص اس قانون کو جاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور درجہ بدرجہ
ترقی کرکے قانون کی تعمیل کے قریب ہوتا جاتا ہے، اُس کے گناہ معاف کر دیے
جائیں گے۔ جو آدمی اس قانون سے ٹلتا اور درجہ بدرجہ پیچھے ہی ہٹتا جاتا ہے،
اُسے عذاب دیا جائے گا۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا [اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے]

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جماعت کے ذریعے سے جو نظام قائم کیا ہے،
اُس کا مقصد یہ ہے، کہ دُنیا میں ہر ایک صحیح کام کرنے والے آدمی کے گناہ بخشے
جائیں۔ اور اللہ کی رحمت سے وہ پروگرام سامنے لایا جائے، جس میں انسانیت کی
ترقی ہے۔

(۱۵) سَيَقُوۡلُ الۡمُخَلَّفُوۡنَ اِذَا انۡطَلَقۡتُمۡ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاۡخُذُوۡهَا

[1] "ازالۃ الخفا" مصنفہ امام ولی اللہ دہلویؒ، مقصد اول ص۱۲۱ زیر ترتیب

ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيدُونَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۚ قُلْ
لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ
بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

[اب پیچھے رہ گئے ہوئے کہیں گے۔ جب تم غنیمتیں لینے کو چلو گے
آؤ ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا کہا بدل دیں۔ تو کہہ
دے کہ تم ہمارے ساتھ ہرگز نہ چلو گے۔ اللہ نے پہلے سے یونہی کہہ دیا
پھر اب کہیں گے، نہیں تم تو ہمارے فائدے سے جلتے ہو۔ کوئی نہیں،
لیکن وہ بات تھوڑی سمجھتے ہیں]

اخلاقی فتح کے نتیجے جب مسلمان حدیبیہ سے واپس آئے تو خالی ہاتھ گھر آئے۔ یہ تو نہ تھا کہ کوئی فتح کر کے یا کوئی معرکہ مار کر آئے تھے۔ اور وہی آکر لوگوں کو بتاتے کہ ہم نے یہ فتح حاصل کی۔ وہ معرکہ مارا۔ بلکہ یہ صرف اخلاقی فتح (Moral Victory) تھی وہ لمبی مدت کے لیے نتیجہ خیز تھی۔ اور آہستہ آہستہ اپنے ثمرات دیتی رہنے والی تھی مگر وہ اس وقت تو کوئی چیز ہاتھ میں لے کر نہیں آرہے۔ اس لیے ان لوگوں کو وعدہ دیا گیا۔ کہ چند روز تم یہیں رہ کے تیاری کرلو۔ اس کے بعد تمہیں خیبر جانا ہوگا۔ اور وہ سارا ملک تمہیں مل جانے والا ہے جو غنیمت یہاں اس سفر میں ملنی چاہیے تھی وہ نہیں ملی۔ اس کی جگہ خیبر کا وعدہ انہیں مدینہ پہنچنے سے پہلے دے دیا گیا۔ گویا ان کے پاس آج غنیمت کا مال نہیں ہے۔ لیکن کل ہو کر رہنے کا۔ ورنہ گھر جا کر بال بچوں کو سمجھاتا کہ ہم فتح پا کر آئے ہیں۔ غنیمت مشکل ہے۔ چنانچہ چند روز کے بعد انہیں خیبر جانے کا حکم دیا گیا۔ اب جو لوگ حدیبیہ جانے سے رہ گئے تھے۔ ان کی رال ٹپکنے لگی۔ کہ ہم بھی ساتھ جائیں گے۔ انہیں جواب دیا گیا کہ تم نہیں جا سکتے۔ وہ کہنے لگے کہ ہاں صاحب! ہم سے تو

حسد کیا جاتا ہے۔ اور ہمیں فائدہ حاصل کرنے سے روکا جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات نہیں ہے۔ تم خُدا کی بات جُھٹلانا چاہتے ہو۔ خُدا نے حُکم دیا ہے۔ کہ ہم حدیبیہ والوں کو خیبر بطور انعام دیتے ہیں۔ تم لوگ حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے، خیبر میں شریک ہو کر خُدا کی بات کیسے جُھٹلا سکتے ہو؛ یہ تمہاری شرارت ہے۔ تُم اب نہیں جا سکتے۔

اِلٰی مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا (غنیمتوں کی طرف کہ تُم انہیں حاصل کرو)

یعنی خیبر کا مالِ غنیمت۔

كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ (اللہ نے پہلے ہی سے ایسا فرما دیا ہے)

خُدا نے یہ حُکم پہلے ہی سے دے رکھا ہے، کہ حدیبیہ والوں کے سوا کوئی دوسرا اس معرکے میں شریک نہ ہو گا۔ اِس کا اشارہ آیت نمبر ۱ کے آخری حصّے میں آچکا ہے۔ جہاں اُن مسلمانوں سے جنہوں نے بیعت کی تھی، اَجرِ عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے۔

بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (یہ لوگ بات پوری طرح سمجھتے ہی نہیں)

خیبر کی فتح کا بھید وہ بات کو پوری طرح نہیں سمجھتے۔ وہ دُنیاوی نفع کی باتوں کو تو خوب سمجھتے ہیں۔ مگر نفع کے ملنے یا نہ ملنے کا حقیقی راز نہیں سمجھتے۔ خیبر یہودیوں سے چھین کر مسلمانوں کو مفت دینا تو مقصود نہیں۔ یہ دنیا کا ایک باغ ہے۔ جو یہودیوں کو ایک خاص خدمت پر مقرر ہونے کی وجہ سے دیا گیا تھا اور وہ خدمت یہ تھی کہ وہ حقیقی دین قائم کریں۔ بعد میں اُنہوں نے نافرمانی کی اب انہیں سزا دینا ہے۔ ایک دوسری قوم کو جو خُدا کے حُکموں کو فرشتوں کی طرح بجا لاتی ہے۔ یہ جنّتِ ارضی (زمین کا باغ) دی جائے گی۔

جو شخص فرشتوں کی طرح کام نہ کرے اور وہ جنّت چاہے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ احمق ہے وہ بات ٹھیک طرح سے سمجھتا ہی نہیں۔

Marfat.com

بین الاقوامی انقلاب کی تیاری

(۱۶) قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ
أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِن
تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِن تَتَوَلَّوْا
كَمَا تَوَلَّيْتُم مِّن قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا

[پیچھے رہ جانے والے بدوؤں سے کہہ دو کہ آئندہ تمہیں ایک قوم کے مقابلے میں بلائیں گے۔ جو بڑے سخت لڑاکو ہیں۔ یا تو تم ان سے لڑو گے۔ یا وہ اطاعت قبول کر لیں گے۔ پھر اگر تم حکم مانو گے، تو اللہ تمہیں اچھا بدلہ دے گا اور اگر تم پلٹ جاؤ گے، جیسے پہلی بار پلٹ گئے تھے، تو تم کو دردناک عذاب دے گا]

آنے والا امتحان | جب آپ عمرے کے ارادے سے مدینہ منورہ سے تشریف لے جانے لگے تو آپ نے سب مسلمانوں کو شرکت کی دعوت دی۔ مگر بدوؤں نے سمجھا۔ کہ یہ جو عمرے کو جا رہے ہیں۔ تو یہ چال ہے حقیقت میں لڑائی ہو گی اور یہ لوگ مارے جائیں گے۔ اس لیے بدو اس سفر میں ساتھ نہ ہوئے۔ پھر جب مسلمان صلح کر کے واپس آ گئے، تو یہ بدو لوگ بہت پریشان ہوئے، کہ ہم نے ساتھ نہ جانے میں غلطی کی اور

لگے طرح طرح کے بہانے اور عذر پیش کرنے (جن کا ذکر پہلے آچکا ہے) اب اُن سے کہا
گیا۔ کہ اگر تم سچے ہو۔ کہ تم ہمارے ساتھ جانے اور اُس وقت آنے والے خطرات
میں پڑنے کے لیے تیار تھے، لیکن کسی غلطی سے پیچھے رہ گئے، تو ایک دفعہ
بات گزر گئی۔ تمہیں دوسرا موقعہ دیا جائے گا۔ اگر تم نے اُس وقت کام پورا
کیا، تو جو غنیمت خیبر کے معرکے سے انہیں ملنے والی تھی وہ بھی دلا دی جائیگی۔

اُولِی بَاْسٍ شَدِیْدٍ (ایک جنگجو قوم)

قیصر و کسریٰ سے مقابلہ ہوگا "ایک جنگجو قوم" سے قیصر و کسریٰ کی بادشاہتیں مراد ہیں
ان کے مقابلے کے لیے اعراب کو دعوت دی جائے گی۔

تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ [یا تو وہ تمہارے ہاتھوں قتل
ہو جائیں گے یا وہ اطاعت اختیار کریں گے]

یا تو تم انہیں قتل کرو گے۔ یا وہ اطاعت اختیار کریں گے۔ یعنی بعض
لوگ مارے جائیں گے اور باقی اطاعت قبول کریں گے۔ ان دو باتوں میں سے
ایک ہو کر رہے گی۔

فَاِنْ تُطِیْعُوْا (اگر تم نے اطاعت کی)

اگر تم نے اُس وقت اعلانِ جہاد کی اطاعت کی اور لڑائی میں شریک ہوئے

یُؤْتِکُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا (تو اللہ تمہیں اچھا بدلہ دے گا)

تو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھی مزدوری دے گا۔ یعنی بے اندازہ غنیمت
ہاتھ آئے گی جس سے اب کی کسر بھی نکل جائے گی۔

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا کَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا
(اگر تم ہٹ گئے، جیسے پہلے ہٹ گئے تھے، تو دردناک عذاب دے گا)

Marfat.com

اگر تم پیچھے ہٹ گئے اور بے تیاری کیے بیٹھے رہے، جیسے اب حدیبیہ کے سفر سے ہٹ گئے تھے اور بے تیاری کیے بیٹھے رہے تھے، تو تم کو سخت سزا دی جائیگی اور دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا +

امام ولی اللہ کے خیالات | امام ولی اللہ دہلویؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :-

"اجماع مفسرین کے مطابق اس آیت کے نزول کا وقت اور صحیح حدیثوں کے مضمون کے مطابق اس آیت کے آگے پیچھے کی آیات کا محل یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ۶ھ میں ارادہ فرمایا کہ عمرہ ادا کریں۔ چنانچہ آپ نے بدوؤں اور وادیوں میں بسنے والوں کو دعوت دی کہ وہ اس سفر میں آپ کے ساتھ چلیں۔ کیونکہ پختہ گمان تھا کہ قریش مکہ میں داخل ہونے سے روکیں گے اور بدر، اُحد اور خندق کی جنگوں میں قریش کے جو آدمی مارے گئے تھے، اُن کے سبب سے اُن کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے کینہ بھرا ہوا تھا۔ اس لیے خیال تھا۔ کہ وہ کہیں جنگ کرنے کو آمادہ نہ ہو جائیں ایسے حالات میں عقل کا تقاضا ہے۔ کہ بہت سے آدمی مل کر جائیں۔ تاکہ قریش کے شر سے بچے رہیں۔ بہت سے بدوؤں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعوت پر کان نہ دھرا اور سفر میں ساتھ نہ لئے بعض گھربار اور کاروبار کے جھگڑوں میں پھنسے رہے اور نہ جا سکے، مگر مخلص مسلمان جو ایمان کی بشاشت میں سرتاپا غرق تھے۔ آپ کے ساتھ جانے کو سب سے بڑی نیکی سمجھ کر آپ کے ساتھ ہو لئے +

جب یہ قافلہ حدیبیہ کے مقام کے قریب پہنچا۔ تو قریش جاہلیت

Marfat.com

کی حمیت میں مبتلا ہو کر لڑنے کو تیار ہو گئے۔ قصہ مختصر وہاں مسلمانوں کو
مغلوبانہ صلح کرنی پڑی۔ مکہ مکرمہ کے باہر ہی قربانیاں کیں۔ اور واپس آگئے
چونکہ عمرہ ادا نہ کر سکے اور مغلوبانہ صلح کرنے کی وجہ سے یہ مخلص مسلمان
بہت ہی غمزدہ تھے۔ حکمت الٰہی نے چاہا کہ اُن کے دلوں کے زخموں کو بھر دے
چنانچہ اُنہیں خوشخبری دی گئی، کہ تمہیں خیبر کا بہت سا مالِ غنیمت ملے گا۔ اور
اُسے اُن لوگوں کے لیے مخصوص کر دیا۔ جو حدیبیہ میں موجود تھے اور کسی
کو ان کے ساتھ جانے کی اجازت نہ دی گئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔
سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا
ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ قُلْ لَنْ
تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ[1] اور جس جماعت نے
حدیبیہ میں بیعت کی اُس پر اللہ تعالیٰ اپنی خوشنودی کا اظہار کرتا ہوا فرماتا
ہے کہ:۔
لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ[2] الآیہ
اور اس بیعت سے ایک شخص جدّ بن قیس کے سوا، جو منافق تھا، اور کوئی۔
نہ پھرا بغوی وغیرہ نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت رسول
اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس شخص نے درخت کے نیچے میرے ہاتھ پر بیعت

---

[1] جب تم غنیمتوں کی طرف جاؤ گے تاکہ انہیں لو۔ تو یہ پیچھے رہنے والے کہیں گے۔ ہمیں اپنے ساتھ
دو۔ وہ اللہ کا فیصلہ بدلنا چاہتے ہیں۔ تو کہہ دے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہ جاؤ گے اللہ نے پہلے ہی
یہ فرمایا ہے +
[2] یقیناً اللہ خوش ہوا مومنوں سے جب وہ بیعت کرتے تھے تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے الخ

کی تھی ۔ وہ دوزخ میں نہ جائے گا ۔ یہ مقام اُن بہترین مقاموں میں سے ہے جہاں صحابہ کرام نے بلند مرتبے حاصل کیے ۔ اور وہ غنیمتیں حاصل کیں جو کچھ عرصے کے بعد اُن کے ہاتھ لگیں ۔ مثلاً حنین کی غنیمتیں اور دوسری غنیمتیں جن پر عرب کبھی قادر نہ ہوتے ۔ ان غنیمتوں سے فارس اور روم کی غنیمتیں مراد ہیں ۔ اُس زمانے میں فارس اور روم کی وہ شوکت اور دبدبہ تھا ۔ اور لشکروں کی وہ کثرت تھی اور سامان جنگ کی وہ بہتات تھی کہ عرب ان پر غلبہ پانے یا ان سے مال غنیمت حاصل کرنے کا خیال تک دل میں نہ لا سکتے تھے ۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً (اللہ تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کرتا ہے) یہ عرب کی غنیمتیں ہیں مثلاً حنین کے اموال غنیمت فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ (پس جلدی کر دی تمہارے لیے یہ) یہ خیبر کی غنیمتیں ہیں جو حدیبیہ کے بعد ہی انہیں حاصل ہوئیں ۔ وَاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا (اور دوسری وہ جن پر تم نے قدرت نہ پائی) یہ فارس اور روم کی غنیمتیں ہیں ۔

اس کے علاوہ حکمت الٰہی نے تقاضا کیا ۔ کہ جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے اُنہیں دھمکائے اور ان کی فضیحت کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ کہ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ الآیہ اور جنگجو قوموں کے ساتھ جنگ کرنے کی دعوت پہلے ہی سے دے دے ۔ تاکہ وہ دعوت قبول کرنے نہ کرنے پر خوب غور کرلیں ۔ اور پہلے ہی بصیرت حاصل کرلیں اور طرح طرح کے عقلی

قیاسات اُن کے حال کو پریشان نہ کردیں +

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سَتُدْعَوْنَ (تم کو عنقریب بلایا جائے گا) اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ بدوؤں کو کفار کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے بلایا جائے گا۔ یہ دعوت ان پر شرعی ذمہ داری ڈال دے گی۔ اگر وہ اس دعوت پر لبیک کہیں گے۔ تو ثواب پائیں گے اور اگر اُسے قبول نہ کریں گے تو عذاب پائیں گے"۔ (ازالۃ الخفا مقصد اول ص۳۵)

(۱۷) لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَمَن يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

[اندھے پر تکلیف نہیں اور نہ لنگڑے پر تکلیف ہے۔ اور نہ بیمار پر تکلیف ہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اور جو کوئی پلٹ جائے اُسے دردناک عذاب دے گا]

اجتماعی جنگ | یہ جو دعوت دی جا رہی ہے۔ کہ آئندہ جنگوں میں شریک ہو، یہ صرف اعراب (بدوؤں) کو دعوت نہیں دی جا رہی۔ بلکہ قرآن کے ہر ایک ماننے والے کا فرض ہے کہ جنگوں میں شریک ہو۔ تیاری کے اس حکم سے کوئی شخص بھی باہر نہیں ہے۔ البتہ اندھے۔ لنگڑے اور مریض کو تکلیف نہیں دی جاتی کہ وہ میدان جنگ میں جا کر ہی جنگ میں شامل ہو +

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے بیمار و معذور کے متعلق سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۹۱ میں یہ بیان کیا ہے :-

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَىٰ وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ

نہیں ضعیفوں اور بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کے پاس خرچ کرنے کو نہیں ہے کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیرخواہ رہیں ۔

امام ابوبکر جصاص کا قول | سورۂ توبہ کی ایک آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابوبکر جصاص الرازی الحنفی جو چوتھی صدی ہجری کے نامور فاضل ہیں لکھتے ہیں کہ :-

وقوله وجاهدوا باموالكم وانفسكم في سبيل الله - اوجب فرض الجهاد بالمال والنفس جميعاً فمن كان له مالٌ وهو مريضٌ او مقعدٌ او ضعيفٌ لا يصلح للقتال فعليه الجهادُ بماله بان يعطيه غيره فيغزو به كما انّ من له قوةٌ وجلدٌ وامكنه الجهادُ بنفسه كان عليه الجهاد بنفسه وان لم يكن ذا مال ويسار بعد ان يجد ما يبلغه

له وہ آیت یہ ہے :- اِنْفِرُوا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ (التوبہ ۹: ۴۱) [نکلو ہلکے اور بوجھل اور لڑو اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں] (مترجم)

Marfat.com

ومن قوی علی القتال وله مالٌ فعلیه الجهاد بالنفس والمال۔
ومن کان عاجزاً بنفسه معدماً فعلیه الجهادُ بالنصح لله ولرسوله بقوله لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَىٰ وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ"

("احکام القرآن" الجزء الثالث ص۱۴۴)

یعنی خدا تعالیٰ کے اس حکم وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ نے جہاد کا فرض مال اور جان دونوں سے ادا کرنا واجب کر دیا ہے ÷

(۱) جو شخص مالدار ہو اور بیمار یا بیٹھنے ہی کے قابل ہو یا کمزور ہونے کی وجہ سے جنگ کے ناقابل۔ اُس کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے مال سے جہاد کرے یعنی کسی شخص کو جس کے پاس مال نہ ہو، مال دے دے کہ وہ اس کے ذریعے سے جہاد کرے ÷

(۲) جو شخص مالدار نہ ہو۔ لیکن وہ خود جہاد کر سکتا ہو اور مقام جنگ پر پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔ تو وہ خود جہاد کرے۔ یہ اس کا فرض ہے ÷

(۳) جو شخص تندرست بھی ہو اور مالدار بھی ہو۔ وہ مال اور جان دونوں سے جہاد کرے۔ اُس کا یہی فرض ہے ÷

(۴) جو شخص جسمانی لحاظ سے عاجز ہو اور مفلس بھی ہو، تو اس آیت

لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَی الْمَرْضٰی وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ

کے مطابق اس پر کم سے کم یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسُول کے حق میں خیر خواہی کرتے رہیں (یعنی بُری خبریں نہ خود پھیلائیں نہ حتیّ الامکان ایسی خبروں کو پھیلنے دیں بلکہ ان کی تردید کرتے رہیں غرض ان سے جو بن پڑے اس میں کوتاہی نہ کریں ،

امام الحکمۃ ، امام ولی اللہ دہلوی حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم ص۱۷۱ میں فرماتے ہیں۔ کہ :۔

وَاِذَا اراد الخروج للغزو عرض جیشہ وتبعاھد الخیل والرجال فلا یقبل من دون خمس عشرۃ سنۃ کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل ذٰلک لامخذ لاً وھوالذی یُفعِدُ الناس عن الغزوِ ولا مُرجفًا وھوالذی یُحدث بقوۃ الکفارِ

(یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنگ پر تشریف لے جانے کے لیے نکلتے تو سارے لشکر کا جائزہ لیتے ۔ چنانچہ آپ پندرہ سال سے کم عمر کے لڑکوں کو لشکر میں شامل نہ فرماتے اور نہ مخذّل اور مُرجف کو ساتھ لیتے ۔ مخذّل وہ ہے ، جو لوگوں کو جنگ سے

لہ گویا حضرت امامؒ کے نزدیک نام نہاد "امن پسندوں" (Pacifists) کی تحریک کا معاشرۂ انسانی میں کوئی مقام نہیں ۔ اگر اس سے یہ نتیجہ پیدا ہو کہ لوگ حق کی حمایت میں لڑنے سے عار رہیں ۔ (مرتب)

باز رکھے اور مُرجف وہ ہے۔ جو دشمن کے لشکر کی قوت اور طاقت بیان کر کے لوگوں کو مرعوب کرنے کی کوشش کرے)

اب اگر یہ اندھے اور لنگڑے وغیرہ مخذّل اور مُرجف ہیں۔ تو کیا وہ خدا اور رسول کے خیر خواہ ہو سکتے ہیں؟ ان کے خیر خواہ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کم از کم اتنا کام ضرور کریں، کہ لوگوں کو لڑنے کی ترغیب دیتے رہیں۔ اور کفّار کے زور کی جو باتیں ہوں اُن کی تردید کرتے رہیں۔ اور مسلمانوں کی کمزوریوں کو چھپائیں گویا اس چوتھی جماعت (Category) کے لیے بھی جو نہ صحت سے مالا مال ہیں' نہ مالدار ہیں، پراپیگنڈہ کرنے میں حصّہ لینا فرض قرار دیا گیا ہے۔ آج کی دنیا جانتی ہے، کہ جنگ میں پراپیگنڈہ نصف سے زیادہ طاقت کا مالک ہے۔ اس اصول پر کوئی شخص بھی جہاد سے فارغ نہیں ہو سکتا۔ گویا قرآن کے نزدیک جنگ اجتماعی چیز (Total War) ہے جس میں جہاں تک طاقت ہو، اُس میں حصّہ لے۔ کوئی مرد اور عورت تندرست اور بیمار اُس سے الگ نہیں رہ سکتا +

لڑنے والی طاقت (Battle Front) کو سامان جنگ اور روٹی کپڑا وغیرہ بہم پہنچانا اور ملک کے انتظام کے لیے پیچھے سے نظامِ خانگی (Home Front) کو قائم رکھنا، جنگ جیتنے کے لیے اشد ضروری ہے۔ ہماری عورتیں اور بچّے، مریض، اندھے اور لُولے لنگڑے ہوم فرنٹ (Home Front) کے کام میں مصروف رہیں گے +

وہ کیسے مسلمان ہیں۔ جو عذروں کی بناء پر جہاد سے الگ رہنا چاہتے ہیں؟ میرے اُستاذ[1] فرما چکے ہیں۔ کہ تم اکیلے جہاد کر سکتے ہو اور دنیا پر فتح پا سکتے ہو +

---

[1] شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (مرتب)

Marfat.com

غرض اولی باس شدید (سخت جنگجو لوگوں) سے لڑنا پڑے گا۔ اُن سے یہ لڑائی قیامت تک جاری رہے گی۔ اس مقابلے کے متعلق قرآن حکیم کی کوئی آیت کبھی منسوخ نہیں ہوسکتی۔ اور بھرتی کے متعلق مذکورہ بالا حکم بھی عمومی اور دائمی حیثیت رکھتا ہے۔

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

(جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے گا۔ اُسے اللہ باغوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں)

دنیا اور آخرت کی زندگی کا تسلسل

اس حصہ آیت میں خَالِدِیْنَ (ہمیشہ) کا لفظ نہیں ہے۔ اس لیے اس سے مراد دُنیا کی جنّات ہیں۔ جہاں خالدین کا لفظ آئے گا وہاں مراد یہ ہوگی۔ کہ مومن اس دنیا کے باغوں سے نکل کر سیدھے اُن جنات میں پہنچ جائیں گے جو دائمی (خالدین) ہیں۔

ایک شخص (مثلاً فرعون) دُنیا میں غرق کر دیا گیا۔ اور وہ اُس کے بعد ہی عذاب میں ڈال دیا گیا گویا اس کا عذاب لگاتار رہا۔ اور اُس عذاب کو خلود (ہمیشگی) حاصل ہو گیا۔ "ہمیشگی کے باغات" میں داخلہ بھی اسی طرح ہوگا۔ کہ یہاں دُنیا میں حکومت امن، اطمینان و راحت کی زندگی بسر کرتے ہوئے خُدا کی راہ میں شہید ہوئے، تو سیدھے جنات عدن (ہمیشگی کے باغات) میں پہنچ گئے۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا (جو شخص پیٹھ پھیرے گا اسے دردناک عذاب دیا جائے)

Marfat.com

غلامی کا عذاب | جو لوگ ہمّت اور طاقت کے باوجود جہاد میں حِصّہ نہیں لیں گے انہیں دوسری قوم کی غلامی کے عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا اور جو لوگ اس عذاب غلامی میں مبتلا ہونے کے باوجود اس سے بچنے کی پوری کوشش نہ کریں گے۔ انہیں اس میں مبتلا رکھا جائے گا۔ جب حکومت مل جائے، چاہے وہ کسی درجے کی بھی کیوں نہ ہو، اُسے مضبوط کرنے کی کوشش کرنا اور اُسے عالمگیر اسلامی جہاد کا مرکز بنانا ہر ایک مسلم قوم کا فرض ہے +

صلحِ حدیبیہ میں ایک بھید

(۱۸) لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ
تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ
عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ه

[یقیناً اللہ خوش ہوا اُن مومنوں سے جب وہ بیعت کرنے لگے اُس درخت کے نیچے، پھر اُن کے دلوں میں جو تھا وہ اللہ نے معلوم کیا، پھر اُن پر اطمینان اُتارا اور قریبی فتح کا انعام دیا]

موت سے مصافحہ جب حدیبیہ میں آنحضرت صلعم کے سفیر حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی افواہ پہنچی، رسول اکرم صلعم نے سب صحابہ کو بُلا کر موت پر بیعت طلب کی۔ سب نے بن پوچھے بیعت کرلی۔ یہ بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خداوند تعالیٰ نے آنے والی خونریز جنگوں کے پیشِ نظر مسلمانوں کو موت کے لیے تیاری کرانی شروع کردی تھی۔ جو جماعت اہلِ مکہ کے مقابلے میں موت قبول کرلیتی ہے، کیا وہ قیصر و کسریٰ سے مذاق کرنے جائیگی؟ سلطان محمد کی فوج قسطنطنیہ کے بادشاہ کے مقابلے میں کھیلنے کے لیے گئی تھی یا موت سے ہاتھ ملانے؟ واقعہ یہ ہے، کہ جس دن سے مسلمانوں نے موت قبول

Marfat.com

کرنے کا یہ فکر چھوڑا ہے، اُسی دن سے اُن کی حکومتیں برباد ہونے لگی ہیں۔ اب ہم اپنے مُلک میں اپنی مضبوط حکومت بنائے بغیر دم نہیں لے سکتے۔ اب ہمیں اپنے مُلک میں اپنی طاقت سے اپنی حکومت چلانی ہوگی۔ اس کے پروگرام پر غور کرکے اس کی مدّات کو آگے پیچھے کرنا ہمارا کام ہوگا۔ اب ہم اچھی طرح سمجھ چکے ہیں کہ ہم خلافت باطنہ[1] کی مدد سے خلافت ظاہرہ کے قیام کے ساتھ اپنا قدم آگے بڑھا سکتے ہیں۔ ہم اس اصُول کو نہایت خوشی کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ اور خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ کہ ہمیں حضرت نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کے اس طریق تنظیم کی تفصیل امام ولی اللہ دہلوی کی کتابوں میں مل گئی۔ یہ ہماری ضرورت تھی۔ جس کی طرف اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہماری رہنمائی فرمائی۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

[بے شک اللہ راضی ہُوا ایمان والوں سے جب وہ تیرے ہاتھ پہ بیعت کرتے تھے اس درخت کے نیچے]

اللہ کا اظہار خوشنودی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اظہار خوشنودی اُن کے مَوت قبول کرنے پہ ہُوا ہے۔ ان لوگوں نے جس ضبط اور قربانی کا اظہار کیا ہے، وہ یقیناً قابل فخر ہے کوئی جماعت اس اعلیٰ درجے کے ضبط اور قربانی کے بغیر کامیابی کا تصور بھی نہیں کرسکتی

---

[1] خلافت باطنہ سے مراد وہ حکومت ہے جو نبی اکرم صلعم نے مکہ مکرمہ میں پیدا کی۔ یہ ایک عرصے تک عدم تشدد کی پابند رہی پھر جب اسے تشدد (جنگ) کا حکم ملنے والا ہوا اور اس کی ہیئت خلافت ظاہرہ میں بدلنے والی ہوئی تو اس کا مرکز مکے سے مدینے میں لے جایا گیا تفصیل کے لیے دیکھیں تفہیمات الٰہیہ جلد اوّل ص

یہ وہ جماعت ہے جس کے نمونے کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور یہ ہر اُس جماعت کے لیے جو کامیابی کی خواہش کرے قیامت تک نمونے کی جماعت رہے گی۔

فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ (جو کچھ اُن کے دلوں میں تھا اللہ اسے جانتا تھا)

یعنی وہ گُھٹا گُھٹا جوش اور طاقت ور ہونے کے باوجود مغلوبانہ صلح کے ماننے پر مجبور ہونے سے پیدا ہونے والے جذبات، جو ڈیڑھ ہزار کی عظیم الشان منظم جماعت کے دلوں میں اندر ہی اندر لہریں مار رہے تھے۔

فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ (اُن پر اطمینان اُتارا)

محض جوش کافی نہیں | محض جوش کامیابی کا کفیل نہیں ہو سکتا محض جذبہ قربانی منزل مقصود تک پہنچانے کی ہمیشہ کی گارنٹی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ٹھنڈے دل سے سوچنے اور غور کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے جنگ و صلح کی مصلحتوں پر غور کرنے میں مدد دینے والی فضا پیدا کرکے اُن کے دلوں کو سکون بخشا اور صورت قبول کرنے میں کوئی تشویش پیدا ہی نہیں ہوئی۔ اس لیے ان کا صلح قبول کرنا عارضی جذباتی حالت کا فیصلہ نہیں ہے۔ بلکہ سوچا سمجھا ہوا فیصلہ ہے جس پر انہیں پورا پورا اطمینان ہے۔ اس قسم کے فیصلے سے ایک مستقل مزاج جماعت [illegible] ابھرا کرتی ہے۔

وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا (اور انہیں قریبی فتح کا بدلہ دیا)

خیبر کی فتح کا وعدہ | [illegible] جنگِ خیبر کی عظیم الشان کامیابی کا یقین دلا دیا۔

وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا [illegible]

Marfat.com

اور اُن سے یہ وعدہ بھی کیا گیا ۔ کہ انہیں خیبر میں بہت سا مال ہاتھ آئے گا
چنانچہ حُدیبیہ سے واپس ہونے پر آپؐ نے اور آپ کی اس جماعت نے جو حُدیبیہ
میں آپؐ کے ساتھ تھی، تین ہفتے کے قریب مدینے میں قیام کیا اور پھر خیبر پر
دھاوا بول دیا ۔ وہاں سے بہت مال ہاتھ آیا ۔

(ب) وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ [اور اللہ عزت دینے والا
حکمت دینے والا ہے]

"عزت دینے" کا مطلب یہ ہے، کہ اُن کی سلطنت اتنی مضبوط اور وسیع
بنا دے گا کہ کوئی اُن پر حملہ نہ کر سکے گا ۔ ظاہر ہے ۔ کہ اتنی بڑی سلطنت بہت سی
قوموں کے ساتھ لڑ کر اور فتح پا کر ہی پیدا ہو سکتی ہے ۔

(۲۰) (ا) وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا

[اللہ نے تمہیں وعدہ دیا بہت سی غنیمتوں کا جو تم لوگے]
اللہ نے تُم سے وعدہ کیا ۔ کہ تُم بہت سی غنیمتیں حاصل کرو گے ۔

(ب) فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهِ [اس نے یہ (خیبر کی فتح) تمہارے لیے
قریب کر دی]
یعنی خیبر کی فتح جلد ملے گی ۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ دوسری فتوحات
حاصل ہوتی رہیں گی ۔

(ج) وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ج
[اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے]
وہ تم سے مقابلہ نہ کر سکیں گے ۔

Marfat.com

(د) وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ

[تاکہ یہ مومنوں کے لیے ایک نشانی ہو]

یہ بات مومنوں کے لیے ایک نشانی ہو گی کہ اگر تم موت کے لیے تیار ہو کر گئے، تو لوگوں کے ہاتھ رک جائیں گے۔ اور وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ جیسے حدیبیہ اور خیبر میں ہوا +

(ہ) وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا

[اور تمہیں سیدھی راہ پر چلائے گا]

تمہیں انسانیت کی بنیادی ہدایت عطا کی جائے گی جس کی آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک تمام نبی دعوت دیتے چلے آئے ہیں۔ اور تمہیں اس پر قوتِ ارادی کے چلانے کی طاقت دی جائے گی +

(و) وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا

[اور ایک اور فتح جو تمہارے بس میں نہیں آئی]

روم و ایران کی فتح جانب اشارہ | تم نے ابھی ایران اور روم سے لڑائی کی تیاری بھی نہیں کی۔ جیسے تم اس زمانے تک [illegible] ہو جاؤ گے تو اور غنیمتیں بھی دی جائیں گی اب۔ قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا

[وہ اللہ کی قدرت میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے]

اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم ان کے مقابلے کے لیے بھی تیار ہو جاؤ گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان حدیبیہ [illegible] قوتوں [illegible] چکے تھے۔ اب وہ بین الاقوامی فتح حاصل کرنے کے لیے تیاری کرنے کی [illegible]

Marfat.com

لڑائی جاری ہے۔

(۲۲) (ا) وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ

[اگر کافر تم سے لڑتے تو وہ ضرور پیٹھ پھیر جاتے]

اُس وقت کافر نہیں لڑے۔ گو بعض لوگ لڑنا چاہتے تھے۔ اگر وہ لڑتے تو انہیں شکست ہوتی۔

(ب) ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيرًا ٥

[پھر وہ کوئی حمایتی اور مددگار نہ پاتے]

انہیں کسی قبیلے کی طرف سے مدد نہ ملتی۔

(۲۳) سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ج صلے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ٥

[اللہ کی یہی سنت ہے۔ اور یہ پہلے سے چلی آتی ہے۔ تو اللہ کے اس قاعدے کو بدلتے ہرگز نہ پائے گا]

نبی کے مقابلے میں کافروں کا شکست کھانا قانونِ الٰہی ہے۔ یہ کبھی نہیں بدلتا اسی طرح نبی کی تعلیم پر چلنے والی قوم بھی کبھی شکست نہیں کھا سکتی۔

(۲۴) وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ط وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ٥

[اور وہی ہے جس نے مکے کی گھاٹی میں اُن کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ اُن سے روک رکھے۔ بعد اس کے کہ تمہیں تمہارے ہاتھ لگا دیا۔ جو جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ دیکھتا ہے]

Marfat.com

اس سفر میں جنگ نہ ہونے کی وجہ | چند آدمی لڑنے کی کوشش کرنے کے لیے آئے بھی،
لیکن دونوں جماعتوں کے ہاتھ ایک دوسرے سے روک دیے گئے۔ چنانچہ اہل مکہ
توڈر گئے اس لیے انہوں نے مسلمانوں کا غلبہ مان لیا۔ اور مسلمانوں کو نبی اکرم صلعم
کی حکمتِ عملی نے روکے رکھا۔ اور لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی +

(۲۵) (ا) هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ ۚ

[یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے انکار کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور نیاز کی قربانی بند پڑی رہ گئی اس بات سے کہ اپنی جگہ پہنچا]

یہ لوگ مجرم تھے۔ انہوں نے قرآن کے احکام کی خلاف ورزی کی۔ مسجد حرام سے روکا۔ اور ھدی (قربانی) کو اپنے مقام پر پہنچنے نہ دیا۔ یہ حقیقت میں شکست کے مستحق تھے۔ اُن کی شرارت کے باوجود انہیں شکست کیوں نہ دلائی گئی؟

(ب) وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ

[اگر نہ ہوتے کتنے ایک مرد ایمان والے اور عورتیں ایمان والی جن کا تمہیں علم نہیں تھا۔ کہ تم انہیں پیس ڈالتے۔ پھر تم پر ان کی وجہ سے خرابی پڑتی بے خبری سے]

بات یہ ہے کہ چند کمزور اور محتاج مرد اور عورتیں جو ایمان والے

ہیں۔ مکے میں موجود ہیں۔ وہ اپنا ایمان ظاہر نہیں کر سکتے۔ تم میں سے عام
انہیں نہیں جانتے۔ اگر لڑائی ہوتی۔ تو انہیں بھی کفار کی طرف سے شریک ہو
خواہ مخواہ تم سے لڑنا پڑتا اور وہ مارے جاتے۔ یا اگر وہ اس سے انکار کر
تو خود کفار انہیں قتل کر ڈالتے۔ دونوں صورتوں میں وہ مقصد جس کے لیے
کھڑے ہوئے ہو ۔۔۔ دنیا سے ظلم دور کرنا ۔۔۔ بے خبری میں خود تمہارے ہاتھ
برباد ہو جاتا۔ اس طرح تمہیں بھی نقصان پہنچتا انہیں بھی۔

جنگ مقصودِ اصلی نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کے نزدیک لڑنے کا اصل
مقصود جنگ کرنا نہیں ہے۔ اصل مطلب مظلوموں سے ظلم دور کرنا ہے۔ چاہے وہ
جنگ کے ذریعے سے ہو یا جنگ کو روا کر۔ اگر لڑائی سے ظلم زیادہ ہو جانے کا ڈر ہو تو لڑائی روک دی جا
اگر صلح سے ظلم دور ہوتا ہو تو صلح کر لی جائیگی چاہے وہ کیسی بھی کمزور شرطوں پر کیوں نہ کرنی پڑے

حکمتِ قرآنی کا ایک نکتہ حکمتِ قرآنی کا تقاضا یہ ہے۔ کہ ہر ایک قوم میں اس قوم کے لوگ
کے ہاتھوں انقلاب لایا جائے۔ چنانچہ حضرت نبی اکرم صلعم نے یہی طریق اختیار کیا
اس کی تفصیل حضرت امام ولی اللہ دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں بیان فرمائی ہے[2]۔

[1] چنانچہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عثمان غنی کو قریش کے پاس سفیر بنا کر بھیجا تو ان
یہ بھی حکم دیا کہ مکے میں جو مسلمان مرد اور عورتیں مومن ہیں۔ ان سے مل کر انہیں فتح کی خوشخبری دیں اور
انہیں خبر دے دیں۔ کہ عنقریب اللہ تعالیٰ مکہ مکرمہ میں اسلام کو غلبہ عطا فرمائے گا۔ پھر وہاں ایمان پوشیدہ رکھنے
کی ضرورت نہ رہے گی" (زاد المعاد جلد دوم ص۱۲۳)
صلح حدیبیہ کے بعد یہ لوگ اس قابل ہو گئے کہ اپنا اسلام ظاہر کر سکیں۔ (ایضاً ص۱۳۰) (مرتب)

[2] جلد دوم باب الجہاد کتاب ہذا ص۳۰ ہمارے زمانے میں اس کی مثال آذربائیجان کے انقلاب کی ہے۔ جس میں روسیوں
کا ہاتھ تھا۔ لیکن انقلاب کرنے والے آذربائیجانی خود تھے روسیوں نے ایرانیوں سے کام لیا جن کا تعلق روسی
علاقے میں بسنے والے ایرانیوں سے تھا (مرتب)

خود قرآن حکیم میں بھی اس حکمت کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ چنانچہ سورہ صف ۶۱ کے آخر میں ہے کہ:۔

یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا اَنْصَارَ اللّٰہِ کَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیِّیْنَ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَۃٌ مِّنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ وَکَفَرَتْ طَّآئِفَۃٌ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّہِمْ فَاَصْبَحُوْا ظَاہِرِیْنَ ۔

(یعنی اے ایمان والو! تم اللہ کے مددگار بن جاؤ، جیسے عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا کہ کون ہے جو میری مدد اللہ کی راہ میں کرے؟ حواری بولے ہم اللہ کے مددگار ہیں، چنانچہ بنی اسرائیل میں سے ایک فرقہ ایمان لے آیا اور ایک فرقہ منکر رہا، پھر ہم نے بنی اسرائیل کے ایمان لانے والے طبقے کو ان کے دشمنوں پر قوت دی اور وہ غالب آ گئے)

گویا بنی اسرائیل سے انقلاب برپا کرنے والی جماعت انہی لوگوں سے اس قوم میں انقلاب لایا گیا، اور یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ ہر ملک عرب ہو کہ عجمی انقلاب نہیں پھیلا سکتے۔ انقلاب لانے والے جو قوم ہیں وہ لوگ ہی کر سکتے ہیں جو اس قوم کی زبان اور حالات سے واقف ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے عربوں میں عربی بولنے والی جماعت کے ذریعہ سے انقلاب پھیلایا اور ایران میں فارسی بولنے والوں کے ذریعہ سے۔ گو انقلاب کی ابتدائی قیادت کرنے والے عرب ہی تھے۔

لِیُدْخِلَ اللّٰہُ فِیْ رَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ۔

(تاکہ اللہ داخل کرے اپنی رحمت میں جسے چاہتا ہے)

Marfat.com

اللہ کی رحمت میں داخل ہونے والی جماعتیں | قرآن حکیم کو ایسی ہی جماعت کی ضرورت تھی
جو اپنا فکر چلانے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی ظاہری شکست کو جس کی مصلحت امام
اور اس کے مشیرِ خاص یعنی صدیق اکبرؓ ہی سمجھتا تھا۔ قبول کرکے اُس امام کی اطاعت
پر قائم رہے۔ اسی قوتِ اطاعت نے انہیں آگے چل کر تمام دوسرے دینوں کے ماننے
والوں پر غلبہ عطا کر دیا۔ اِس قسم کا نظامِ اطاعت نہ یہودیوں میں موجود تھا۔ نہ
عیسائیوں میں۔ مجوسیت بھی اس سے خالی تھی۔ اور دوسرے دین والے بھی اس کی
مثال پیش کرنے سے عاجز تھے۔ یہ اللہ کا فضل تھا۔ کہ اُس نے بنی اسماعیل کی اس
چھوٹی سی جماعت کو اپنی رحمت میں شامل کرکے انہیں ایسی شاندار طاقت ضبط عطا کی

دُوسری جماعت جسے اللہ نے اپنی رحمت میں جگہ دی، مسلمانوں کی وہ
خفیہ جماعتیں تھیں جو مکہ معظمہ میں موجود تھیں۔ اب صلح کے بعد انہیں اپنے اظہار
کا موقعہ مل جائے گا +

اللہ کی رحمت سے فائدہ اُٹھانے والی تیسری جماعت اُن لوگوں کی ہے۔
جو اس صُلح کے بعد مسلمانوں سے میل جول پیدا کریں گے۔ اور اُن سے اثر لے کر
اسلام قبول کرلیں گے اور ان کے بعد وہ قومیں ہوں گی جو اسلام قبول کرکے
قیامت تک قرآن کی خدمت کرتی رہیں گی +

(د) لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا
أَلِيمًا ○

[اگر وہ لوگ ایک طرف ہو جاتے، تو اِن میں سے جن لوگوں نے کفر
اختیار کر لیا تھا۔ انہیں ہم ضرور دردناک عذاب دیتے]

Marfat.com

لڑائی کیوں رُکی؟ | اگر وہ کمزور ایک طرف ہو جاتے تو ہم اُن کافروں کو سخت عذاب دیتے۔ اور اُنہیں خوب پٹواتے۔ لیکن اب وہ مظلوم بھی ان کافروں سے ملے جلے موجود ہیں۔ اگر لڑائی ہوتی تو وہ بھی پٹ جاتے۔ اس لیے لڑائی روک دی گئی ⁂

(۲۶) (ا) اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْحَمِیَّۃَ حَمِیَّۃَ الْجَاہِلِیَّۃِ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ⁂

[جب کافروں نے جاہلی لتا اپنے دل میں رکھی تو اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر اطمینان اتار دیا]

جب لڑائی ٹلنے کا فیصلہ معلوم ہو گیا، تو دہ جاہلیت کی حمیت میں اُن سے شرطیں منوانے بیٹھ گئے۔ ممکن تھا ان شرطوں کی سختی ہی کی وجہ سے لڑائی ہو جاتی۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے رسُول اللہ صلعم اور مومنوں پر دل کا اطمینان اتار لیا۔ اور وہ بڑے سلوُن سے بیٹھے رہے۔ اور انہوں نے وہ سب شرطیں مان لیں اور جاہلیت کے ان حامیوں کو موقعہ نہ دیا کہ لڑائی چھیڑیں ⁂

(ب) وَاَلْزَمَہُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی

[انہیں انصاف کی بات پر قائم رکھا]

ان مومنوں کا طریقہ یہ رہا کہ ابراہیمی دین کے احترام کے لیے انہوں نے سب کچھ قبول کر لیا۔ اگر لڑائی میں مومنوں کی طرف سے نفسانیت مقصود ہوتی تو جیت کا فرچڑا رہے تھے۔ یہ ضرور لڑ پڑتے۔ لیکن یہ اپنی انصاف کی بات پر جمے رہے ⁂

(ج) وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا

[اور وہی انصاف کے زیادہ لائق اور قابل تھے]

یہ انصاف قائم کرنے کے زیادہ مستحق ہیں، کیونکہ یہ انصاف کی خاطر لڑتے ہیں اور انصاف ہی کی خاطر ضرورت پڑے تو دب کر بھی صلح کرتے ہیں۔ وہ جاہل جو مست حمیتی کی شکل ہو تشکل لیے بیٹھے ہیں، اور مر رہے ہیں اقتدار بغیر انصاف کیا قائم کریں گے ؟

(د) وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

[اللہ ہر ایک بات جانتا ہے]

اس نے جو لڑائی روکنے کا حکم دیا ہے۔ تو وہ بھی علم ہی پر مبنی ہے، اور وہ یہ بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ ان دونوں جماعتوں میں سے کونسی زیادہ اس قابل ہے کہ حق قائم کر سکے ۔

قرآنی انقلاب کا نصب العین

(۴۸) (۱) لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ
لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ
مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ ۔

(اللہ نے اپنے رسول کو (اس کا) خواب سچ کر دکھایا (کہ اللہ نے چاہا تو تم یقیناً اپنے سروں کے بال منڈواتے اور ترشواتے بے خطر مسجد حرام میں داخل ہوگے)

نبی اکرم صلعم کا خواب — اس واقعے کا مختصر بیان یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے خواب دیکھا کہ جیسے مکہ پہنچ گئے ہیں اور عمرہ ادا کیا ہے۔ کوئی بال منڈوا رہا ہے کوئی چھوٹے کرا رہا ہے۔ اور سب امن و امان سے وہاں بیٹھے ہیں۔ صحابہ نے جب آپ کا یہ خواب سنا تو سمجھا کہ اسی سال ہوگا۔ انہوں نے سمجھا کہ یہ وقت یہی ہے۔ چودہ سو آدمیوں کے ساتھ لوگوں نے مکے جانے کی تیاری کر لی۔ آپ بھی تیار ہو گئے۔ مکے سے پہلے ہی حدیبیہ کے مقام پر کفار نے روک دیا۔ اور آپ کو لوٹنا پڑا۔ بعض لوگوں کے دلوں میں شبہ پیدا ہوا کہ یہ کیا ہوا؟ کسی نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال ہوگا؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ہوگا اور ضرور ہوگا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

Marfat.com

کا ذکر ہے ۔

اٰمِنِیْنَ : امن و امان سے بغیر لڑے بھڑے داخل ہو جاؤ گے ۔

لَا تَخَافُوْنَ : تمہیں یہ خوف نہ ہوگا ۔ کہ تمہیں کوئی وہاں سے نکال دے گا"

(ب) فَعَلِمَ مَالَمْ تَعْلَمُوْا

[اُسے معلوم تھا جو تم نہیں جانتے تھے]

مکہ میں خفیہ مسلم سوسائٹیاں اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے ۔ اگر تم لڑتے، تو تمہارا اپنا ہی نقصان ہوتا ۔ یعنی تمہاری اپنی پارٹی کے آدمی مارے جاتے تمہیں اُن کی خبر بھی نہ ہوتی ۔

رسول اللہ صلعم کو خبر دینے والی خُفیہ سوسائٹیاں مکہ میں موجود تھیں ۔ بعد میں اُنہی کے زور پر مکہ فتح ہوا ۔ اگر اب لڑائی ہو جاتی، تو وہ پس جاتے اُن کی نجات کا ذریعہ سوچ کر لڑائی ہونی چاہیے تھی ۔ صُلح کے بعد قریب قریب سب لوگ نکل آئیں گے ۔ اور مدینے پہنچ جائیں گے ۔ یا اپنا کوئی اور انتظام کر لیں گے ۔ اس لڑائی میں اچانک نہیں پسیں گے ۔ اگر وہ پس جاتے، تو مسلمان اپنے ہاتھوں اپنی طاقت برباد کرنے والے ہوتے ۔ یہ چیز اللہ جانتا ہے ۔ عام مسلمان اس بات سے بے خبر تھے ۔

(ج) فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ٥

[پھر مقرر کر دی اس سے ورے ایک نزدیکی فتح]

"نزدیکی فتح" سے خیبر کی فتح مُراد ہے ۔

(۲۸) هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ

Marfat.com

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ؕ

[وہی ہے جس نے اپنے رسول کو سیدھی راہ اور سچا دین دے کر بھیجا کہ اس دین کو ہر ایک دین پر غالب کر دے اور اللہ حق ثابت کر دینے کے لیے کافی ہے]

قرآن کا مقصد: جس طرح حدیبیہ، خیبر اور فتح مکہ کے واقعات ہیں۔ اُن کی جزئیات (Details) کو یاد رکھو اور اُن کے مطابق تمام دنیا پر غلبہ حاصل کرو۔ اس قسم کے ضبط اور ایثار والی جماعت ہی غلبہ حاصل کر سکتی ہے۔ خداوند تعالیٰ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ تم ہی غالب رہو گے۔ چنانچہ بعد کے واقعات نے اسے صحیح ثابت کر دیا۔

هُدٰی: دین کی اصلی روح اور حکمت۔

دِيْنِ الْحَقِّ: سچا دین جو دائمی قانون پر مشتمل ہے۔ کیونکہ وہ انسانیت کے اصلی تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ: اس دین (قرآن) کو باقی تمام دینوں پر غالب کرنا ضروری ہے۔ اور اسے ہمیشہ غالب رہنا چاہیے۔ یہ نہیں کہ پہلے رسول اللہ صلعم کے زمانے میں غالب آیا پھر قیامت سے پہلے غالب آجانے کا۔ اور غلبے سے محض علمی غلبہ ہی مراد نہیں ہے۔ بلکہ سیاسی اور اقتصادی غلبہ بھی اس میں شامل ہے۔ یعنی قرآنی قانون، قانونی حیثیت سے بھی ہمیشہ غالب اور نافذ رہے اور علمی لحاظ سے بھی ہر ایک دین پر فوقیت حاصل رہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کا خیال رکھیں۔ اگر مسلمان اس حقیقت کو اپنی سیاست کی بنیاد

Marfat.com

بنالیں تو یہ ساری دُنیا میں کام کرنے کے لیے کافی ہے ۔

امام ولی اللہ کے خیالات اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ :-

"دینِ حق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں باقی تمام دینوں پر کلّی طور پر غالب نہیں آیا۔ کیونکہ ابھی نصاریٰ اور مجوس اپنے طمطراق کے ساتھ قائم تھے۔ اس لیے عام مفسرین اس آیت کی تفسیر سے عاجز رہے چنانچہ ضحّاک کہتے ہیں کہ یہ حضرت عیسےٰ کے نزول کے وقت ہوگا۔ حسن بن فضل کا قول ہے کہ واضح دلائل سے غالب کرنا مراد ہے۔ البتہ امام شافعیؒ نے ان سب لوگوں سے زیادہ مضبوط بات پیش فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ :- "خدا نے اپنے رسول کو تمام دینوں پر غلبہ دیا۔ جس نے سنا اُسے یقین ہوگیا کہ یہ دین سچّا ہے۔ اور اس کے خلاف جو کوئی بھی ہے۔ وہ باطل ہے دُنیا میں شرک کا مجمع دو ہی دینوں میں ہے۔ اہل کتاب کے دین میں اور اُمیّوں کے دین میں چنانچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُمیّوں پر غلبہ پالیا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے تابع ہو گئے اور بعض اہل کتاب نے بھی مغلوب ہوکر جزیہ دینا قبول کرلیا۔ اور ان پر اس دین کا قانون نافذ ہوگیا تمام دینوں پر اس دین کے غلبے کے یہی معنی ہیں"

فقیر عرض پرداز ہے [1] ۔۔۔ ان سب صحیح احادیث کا لب لباب یہ نکلا

[1] یہاں حضرت امام نے بہت سی احادیث نقل کی ہیں جن کی مدد سے آپ اظہارِ دین (غلبہ دین) کے معنی معین کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے بات مختصر کرنے کی غرض سے وہ حدیثیں چھوڑ دی ہیں۔ اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہیں (مرتب)

Marfat.com

دین کا کامل غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوگا۔۔۔ مختصر یہ کہ اس زمانے میں زمین کی حکومت دو بادشاہوں کے درمیان بٹی ہوئی تھی، جو بڑے شان و شوکت والے تھے:۔

(۱) کسریٰ ایران (۲) قیصر روم

ان دونوں بادشاہوں کے دین دو مختلف [illegible] پر غالب تھے اور ان دونوں دینوں کا اجتماعیت کی طرف میلان تھا۔ اور بلحاظ ارشاد دونوں پر غالب تھا خود کسریٰ اور قیصر ہی ان دینوں کے حامی تھے اور [illegible] اس قاعدہ کے مطابق کہ الناس علیٰ دین ملوکہم لوگ اپنے حکمرانوں کے دین پر ہوتے ہیں، [illegible] باتوں اور اپنے [illegible] کی طرف مائل تھے [illegible] قیصر کے اتباع میں روم [illegible] تمام [illegible] یعنی [illegible] اور [illegible] نصرانی تھے [illegible] ترکستان [illegible] اور باختر وغیرہ [illegible] کے اتباع میں مجوسی تھے [illegible] کا دین [illegible] دبے ہوئے تھے [illegible]

دین اسلام [illegible]

کسریٰ و قیصر [illegible]

دونوں [illegible]

[illegible]

[illegible]

اس کے بعد ہر زمانے میں اس قانون کو غالب رکھنا مسلمانوں کا فرض ہے۔

(۲۹) (و) مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ

[محمد رسول اللہ اور اُس کے ساتھی]

نبی اکرم صلعم کی اجتماعی حیثیت | اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم کی تحریک ایک اجتماعی تحریک ہے۔ اکیلے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا کام نہیں ہے۔ وہ مُزمّل — رفقاءِ کار جمع کرنے والے — ہیں۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اور اُن کے مشورے سے کام کرتے ہیں (اُن کی نبوت کی حیثیت جداگانہ، مستقل حیثیت ہے، اس میں اُن کا کوئی شریک نہیں اور نہ اُن کا کوئی مشیر ہے) قرآن حکیم میں حضرت نبی اکرم صلعم کی اس اجتماعی حیثیت کی طرف جا بجا اشارے موجود ہیں۔ مثلاً

(۱) فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ (آل عمران ۳: ۱۹۵)

(جن لوگوں کو گھر بار سے ہجرت کرنی پڑی۔ اور جنہیں اپنے وطن سے نکالا گیا)

ظاہر ہے کہ وہ تنہا حضرت نبی اکرم صلعم نہیں تھے بلکہ آپ اور آپ کے ساتھی سب مراد ہیں۔

(۲) يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

(سورہ انفال ۸: ۶۴) (اے نبی! اللہ تجھے اور تیرے مومن ساتھیوں کے لیے کافی ہے)

اس میں بھی نبی اکرم صلعم اور آپ کے ساتھیوں کو ملا کر ایک جماعت ظاہر کیا گیا ہے۔

(۳) ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

(یعنی پھر اللہ نے اپنے رسول اور مومنین سب پر اطمینانِ قلب نازل فرمایا (توبہ ۹: ۲۶)

Marfat.com

(۴) لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ جَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ ؕ وَاُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْخَیْرَاتُ ز وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (توبہ ۹ : ۸۸)

(یعنی رسول اور وہ لوگ جو اُس کے شریک ایمان ہیں ۔ اپنے مال و جان سے اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں ۔ جملہ بھلائیاں ان سب کے لیے ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں)

یہاں بھی صحابہ کرام کو رسول کا شریک ایمان یا رفیق فکر اور جہاد میں شریک یعنی رفیق عمل ظاہر کر کے کامیابی کے نمونے کے لیے ساری جماعت کو پیش کیا گیا ۔

یہی وہ چیز ہے جسے حضرت نبی اکرم صلعم نے اپنی زبان مبارک سے بھی مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ (جس اصولِ کار پر میں اور میرے ساتھی ہیں) کے الفاظ میں ظاہر فرمایا ہے ۔

مشورہ کرنا آنحضرت صلعم کے لیے ضروری تھا آپ کی یہی اجتماعی حیثیت ہے ، جو مشورہ کرنے کے حکم کو قبول کر سکتی ہے ، جس کا ذکر قرآن حکیم میں ان لفظوں میں آیا ہے :۔

وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ (آل عمران ۳ : ۱۵۹)

[ان سے معاملات میں مشورہ ضرور لیا کرو اور جب پختہ ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو]

امام ابوبکر جصاص الرازی الحنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :۔

"حضرت نبی اکرم صلعم پر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنا لازم تھا دینی امور میں بھی جن کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی صریح حکم موجود نہ تھا۔ اور دُنیاوی امور میں بھی۔ یہ غلط ہے کہ یہ مشاورت محض اُن کا جی خوش کرنے اور اُن کی قدر بڑھانے کے لیے تھی اور اس لیے بھی کہ آپ کی اُمت بھی اسی طرح کرے کیونکہ جب کسی کو معلوم ہو کہ مجھ سے جس امر کے متعلق مشورہ لیا جا رہا ہے اور جس بارے میں صحیح رائے پوچھی جا رہی ہے اُس کے متعلق میں نے ایک رائے اپنی پوری کوشش سے پیدا بھی کر لی۔ یا سوچ بچار کر کے کوئی صحیح رائے قائم کر لی تو بھی اُس پر عمل نہ کیا جائے گا۔ اور نہ اسے قبول کیا جائے گا۔ تو بھلا اس مشاورت سے اُس کا جی کیا خوش ہو سکتا ہے۔ اور اُس کی قدر کیا بڑھ سکتی ہے؟ بلکہ اس کا اثر اُلٹا یہ ہو گا کہ ایسے مشورہ لینے والے سے وحشت بڑھیگی کیونکہ اُسے علم ہو گا کہ میری رائے نہ کسی کو سننی ہے اور نہ اس پر عمل کرنا ہے"۔

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:۔

"نبی صلعم کے لیے ضروری تھا، کہ آپ اپنے ساتھیوں سے اُن معاملات میں مشورہ کرتے جن میں کوئی صریح حکم موجود نہ تھا۔ البتہ صریح احکام کے بارے میں مشورہ ناجائز تھا۔ مثلاً یہ پوچھنا کہ نماز ظہر یا عصر کے بارے میں یا زکوٰۃ یا رمضان کے روزوں کے بارے میں تمہاری کیا

Marfat.com

رائے ہے ؟ بالکل غیر ضروری تھا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مشورے کا حکم دیتے وقت یہ نہیں کہا کہ فلاں بات میں مشورہ کرو اور فلاں میں نہ کرو۔ اس لیے لازم تھا کہ ہر دو معاملات میں صحابہ کرام سے مشورہ لیتے"۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:-

"عزیمت (ریختہ ارادہ) کا ذکر مشاورت کے بعد آیا ہے[1]۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ یہاں وہ عزیمت مراد ہے۔ جو مشاورت سے پیدا ہو" (احکام القرآن جلد دوم صد ۴۲)

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت کے مطابق آپؐ سے دریافت کیا گیا۔ کہ عَزْم سے کیا مُراد ہے ؟ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ مشاورۃ اھل الرائی ثم اتباعھم یعنی جو لوگ مشورہ دینے کے قابل ہوں، اُن سے رائے لے کر اُن کی رائے کی پیروی کرنے کا نام عَزْم ہے۔

مشاورت کی اہمیت | لیکن افسوس ہے۔ کہ مسلمانوں نے عام طور پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بلند اجتماعی تصوّر کو آپؐ کی انفرادیت پر ختم کر دیا۔

مشاورت کا مسئلہ اسلام میں بہت بڑا مسئلہ ہے۔ لیکن اسلامی حکومتوں کو مشورے سے خالی کر کے مطلق العنان، جاہل، حکمرانوں اور امیروں کا کھیل بنا دیا گیا۔ وہ مسلمانوں کی امانت اسرکاری خزانہ) سے اپنی خواہش پرستیوں پر روپیہ صرف

---

[1] الفاظ کی ترتیب یوں ہے:- وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ۔ ظاہر ہے کہ اس میں شاورھم (ان سے مشورہ لیا کرو) پہلے واقع ہوا ہے اور فاذا عزمت (جب تو پختہ ارادہ کرے) بعد میں آیا ہے (مرتب)

کرتے ہیں۔ وہ بڑی سے بڑی مصلحت کے مقابلے میں خیانتیں کرتے ہیں اور اُن سے کوئی پوچھنے والا نہیں[1]۔ اس قسم کی غلطیوں کا خمیازہ مسلمانوں کو صرف اس غلط تفسیر کی وجہ سے بھگتنا پڑا۔ ورنہ ہر ایک مسلمان ایک حاکم کے اوپر ننگی تلوار ہے۔ وہ حاکم کیوں قانون الٰہی کی اطاعت نہیں کرتا؟ اگر وہ اطاعت نہیں کرتا، تو کس بنا پر ہم سے اطاعت کا طلبگار ہوتا ہے؟ یہ طاقت مسلمانوں میں پھر سے پیدا ہو سکتی ہے، اور اس سے اُن کی جماعتی زندگی آسانی کے ساتھ قرآن کے مطابق بن سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شوریٰ کو مستحب[2] بنا کر اسے سیاستِ اسلامی سے نکال ڈالنے والے لوگوں نے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔

صحابی سے کون مراد ہیں؟ ایسے ہی صحابی کی وہ تعریف ہے، جو عوام میں مشہور ہوگئی ہے اس سے بھی بہت غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ صحابی کی یہ تعریف کہ اُس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ صلعم کو دیکھا ہو، حدیث کی روایتیں جمع کرنے کی خاطر بنائی گئی ہے۔ ورنہ اصل میں سیرتِ نبوی کے اعتبار سے صحابی وہ ہے جس نے آپ کی معیت لازم پکڑی اور آپ کے ساتھ آخر تک انقلاب میں شریک رہا تکلیفیں اٹھائیں اور اس تحریک کی صداقت کے متعلق پورے یقین کے ساتھ یہ اطمینان کر لیا کہ انسانیت کے لیے اس کے سوا اور کوئی

---

[1] تازہ ترین مثال حکومت ایران کی ہے کہ ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۲ء میں اتحادیوں نے روپے کے بل بوتے پر چند گھنٹوں میں سارے ایران پر قبضہ کر لیا (مرتب)

[2] مستحب یعنی وہ امر ہے کہ اس پر عمل کریں، تو اچھا ہے اور نہ کریں تو کوئی ہرج بھی نہیں (مرتب)

Marfat.com

پروگرام نہیں تھا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی تعریف قرآن حکیم ان الفاظ میں کرتا ہے :۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ
لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (الانفال ۷۴:۸)

(یعنی جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے گھر چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے انہیں جگہ دی اور اُن کی مدد کی وہی ہیں سچے مسلمان۔ ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی جنہوں نے آپ کی سیرت (حالات زندگی) کے بنانے میں حصہ لیا، چند صفتیں یہ ہیں :۔

(۱) اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ [کافروں پر سخت]

نبی صلعم کے ساتھی "اشداء علی الکفار" ہیں۔ ان کی سختی کے دو پہلو ہیں :۔ یہ لوگ مخالفوں سے لڑنے میں بڑے سخت ہیں۔ کہ موت قبول کر کے لڑنے کے لیے جاتے ہیں۔

---

[۱] چنانچہ محدث مازری شرح برھان میں رقمطراز ہیں کہ :۔

کسنا نعنی بقولنا "الصحابة عدول" کل من راٰہ صلعم یوما ما او زارہ لماما او اجتمع به لغرض وانصرف مکانہ وانما نعنی به الذین لازموہ و عزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معه اولئك هم المفلحون" منقول از اسوہ صحابہ از مولانا محمد سعید انصاری جلد اول ص۱۲ بحوالہ فتح المغیث ص۳۰۱ (یعنی جب ہم کہتے ہیں کہ الصحابة عدول (صحابی سب عادل ہیں) تو اس سے ہماری مراد ہر وہ شخص نہیں جس نے آنحضرت صلعم کو کسی روز دیکھ لیا یا کبھی زیارت کر لیا۔ یا کسی کام سے آیا اور فوراً واپس لوٹ گیا۔ بلکہ ہماری مراد ان بزرگوں سے ہے جنہوں نے آپ کی معیت لازم پکڑی جہاد میں آپ کی مدد کی۔ آپ کی حمایت میں آپ کے دشمنوں سے لڑے اور اُس نور کی پیروی کی جو آپ پر نازل ہوا۔ یہ لوگ ہیں جو حقیقی معنوں میں کامیاب ہوئے (مرتب)

(۲) جو لوگ اس تحریک کے کھلم کھلا دشمن (کافر) ہیں۔ یہ لوگ اُن کافروں کو انتہائی سزا دینے کے طرفدار ہیں۔ قتل کی ضرورت ہو تو وہ قتل کر دئیے جائیں[له] ورنہ جو اس سے کم سزا ضروری ہو وہ دی جائے +

قتل ہمیشہ اسی وقت کیا جائے گا۔ جب انہوں نے قتل کیا ہو۔ یا وہ لڑنے کے لیے تیار ہوئے ہوں۔ ورنہ اُن کی انتہائی سزا یہ ہے کہ اُن کی سیاسی تحریک روک دی جائے اور انہیں سیاست میں حصہ نہ لینے دیا جائے۔ اُن کی عقلمندی سے جو ارتفاقی اور تمدنی فائدے حاصل ہو سکتے ہیں، اُن سے جماعت کو محروم کرنا مقصود نہیں ہے +

(۲) رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ: [آپس میں رحمدل]

جو لوگ اس تحریک کی تائید میں اُن کے ساتھی ہیں اُن کے لیے وہ "رحماء بینھم" بھی ہیں۔ اُن کے پاس سوائے رحمت کے اور کچھ نہیں۔ جیسے ماں باپ اپنی اولاد پر رحمت کرتے ہیں، ایسے ہی یہ لوگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ رحمت سے پیش آتے ہیں اور اپنے بعد آنے والوں کے لیے بھی رحمت کے دروازے کھلے رکھتے ہیں جس شخص کے متعلق امکان نظر آتا ہے، کہ وہ اس تحریک کی تائید کرے گا، اُسے مخالف بننے کا موقعہ نہیں دیتے +

اِن کے جو ساتھی مظلوم اور ضعیف ہیں، اگرچہ یہ انہیں پہچانتے بھی نہیں، مگر اُن پر رحم کرنے کے لیے اپنی تمام عزّت قربان کر دیتے ہیں، جیسے انہوں نے حدیبیہ کی صُلح میں کیا۔ یا حضرت فاروق اعظم نے عراق کی زمین فوجیوں میں تقسیم کرنے سے اس بناء پر انکار کر دیا تھا کہ اُن اراضی کا فائدہ بعد میں آنے والی نسلوں کو ملنا چاہیئے +

دازالۃ الخفاء امام ولی اللہ دہلوی مقصد دوم صفحہ ۱۲۷

له جنگ بدر میں جو کافر قیدی گرفتار ہو کر آئے حضرت عمرؓ نے اُن کے متعلق تجویز کیا کہ ہر ایک مسلمان اُن میں سے اپنے اپنے عزیزوں کو قتل کر دے (مرتب)

Marfat.com

فائدہ: یہ ایک طبعی چیز ہے، کہ اگر کسی جماعت میں مخالف جماعت کے خلاف دشمنی کے جذبات پیدا کر دیے جائیں، تو خود اس جماعت کے اندر محبت و رحمت پیدا ہو جاتی ہے، جو جماعت قرآن حکیم کو تمام دینوں پر غالب کرنے کے لیے اُٹھے، اُسے اپنے اندر انتہا درجے کی محبت و رحمت پیدا کرنی چاہیے۔ اور اس آپس کی محبت کے جو تقاضے ہیں وہ پُورے کرنے چاہئیں۔ یعنی آپس میں کامل تعاون اور ایک دوسرے کی ضروریات کی کفالت۔

(۲) تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا [تو دیکھتا ہے انہیں رکوع میں اور سجدے میں] خُدا پرست لوگوں کی اصطلاح میں رکوع اور سجدہ خُدا کے سامنے اپنی ذمہ داری کا مظاہرہ ہے۔

رکوع کیا ہے؟ رکوع کا مطلب یہ سمجھنا چاہیے۔ کہ ذمہ داری کا جو بوجھ اللہ نے ہم پر ڈالا ہے۔ ہم اُسے برداشت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو جو دل و دماغ دیتا ہے۔ اُسی نسبت سے اُس پر فرض عائد کرتا ہے۔ یہ فرض اُس پر ایک بوجھ ہے۔ جسے وہ رکوع کی شکل میں اُٹھاتا ہے۔ گویا وہ اقرار کرتا ہے۔ کہ میری جو ڈیوٹی مقرر کی گئی ہے۔ میں اُسے خوشی کے ساتھ قبول کرتا ہوں۔ اور اس پر اسی طرح کاربند رہوں گا۔ جیسے ایک جوان ایک انسان کے آگے اپنا فرض ادا کرتا ہے۔

سجدہ کیا ہے؟ سجدہ یہ ہے کہ میں کامل اطاعت کا اعلان کرتا ہوں۔ پہلا سجدہ کر کے اعتراف کرتا ہوں۔ کہ میری جان تیری راہ میں حاضر ہے۔ دوسرے سجدے کے ذریعے سے اس امر کا اعتراف مقصود ہے کہ ہر وہ چیز جس کا تعلق میری جان کے ساتھ ہے۔ مال، اولاد۔ سب کچھ تیری راہ میں قربان کرتا ہوں۔ یہ تکمیلی درجہ ہے اور اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ [1] (التوبہ ۹: ۱۱۱) کی عملی تفسیر ہے۔

[1] بیشک اللہ نے مومنوں کی جان و مال مول لے لیے ہیں۔

Marfat.com

جو انسان اپنے فرض کے ادا کرنے سے قاصر رہا، وہ انسانیت سے گر گیا
اگر اس نے اپنا فرض پورا ادا کر دیا، تو وہ تعریف کے قابل ہے۔ یہ رکوع کی تکمیل
ہے۔ لیکن ایک شخص اس سے بھی آگے بڑھ کر اپنے فرض سے بھی زیادہ کام
کرتا ہے۔ وہ جان و مال اور سب کچھ مکمل طور پر اس انقلاب میں جھونک دیتا
ہے۔ یہ سجدہ ہے۔

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا (تو انہیں رکوع اور سجدہ میں دیکھتا ہے)
سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم اور اُن کے ساتھی اپنے کام میں غرق ہیں۔ وہ
اس کی تکمیل کے بغیر دم نہیں لیں گے۔ اور اُسے انتہا تک پورا کریں گے۔ وہ اس کی
تکمیل پر جان و مال سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں۔

اسی آمادگی اور عمل کا نتیجہ تھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زندگی میں
یہ آیت نازل ہوئی کہ:-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (۵: ۳)
(میں نے آج تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی)
بقول امام ولی اللہ دہلویؒ "اتمام نعمت" سے مُراد بین الاقوامی حکومت دینا
ہے۔ یہ درخت قیامت تک پھلتا رہے گا۔

(ج) يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ [وہ اللہ سے فضل مانگتے ہیں]
فضل کیا ہے؟ اگر وہ محض فرض ادا کرتے، تو وہ اپنا حق پورا پاتے، مگر وہ زیادہ
ترقی چاہتے ہیں۔ اس لیے تکمیلی کام بھی کرتے ہیں۔ وہ اس فضل کی وجہ سے قوموں
کی دوڑ میں اتنا بڑھ جائیں گے، کہ وہ سب کے امام مانے جائیں گے اس لیے انہیں

Marfat.com

یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ:۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ
وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (الفرقان ۲۵: ۷۴)

(بال بچے ایسے ہوں کہ ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں یعنی اپنے گھر میں جو پروگرام چلانا چاہتے ہیں، وہ انہیں پورا ہوتا نظر آئے جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی چاہتے ہیں۔ کہ خدا سے ڈر کر انصاف کرنے والے متقیوں کے امام بنیں)

(د) وَرِضْوَانًا [اور (اللہ کی) رضا]

رضوان سے کیا مراد ہے؟ | اللہ کی رضا اس کی تجلّی میں محویت سے حاصل ہوتی ہے

حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ نے انسان کے کمالات کے دو حصے کر دیئے ہیں

(۱) ارتفاق یعنی دنیا میں آرام سے زندگی بسر کرنے کا ڈھنگ:

(۲) اقتراب یعنی قرب الٰہی میں ترقی کرنا یا دوسرے لفظوں میں حظیرۃ القدس میں مقام حاصل کرنا +

رِضوان کا تعلق اقتراب سے ہے :-

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ انسان کے قلب میں ایک آئینہ ہے۔ جس میں اللہ کی تجلّی کا عکس آتا ہے۔ اس آئینے کو جتنا زیادہ صاف کیا جائے اُتنا ہی یہ عکس زیادہ روشن اور صاف آئے گا۔ اس تجلّی کا جو نزول انسان کے قلب میں ہوتا ہے، اُسے قرب الٰہی (اقتراب) سمجھنا چاہیے۔ اور تجلّی کا نازل ہونا ہی اللہ کی خوشنودی (رضوان) کی علامت ہے۔ اس کا انجام یہ ہوتا ہے۔ کہ انسان اس دنیا میں رہتا ہوا ملاء اعلیٰ کے ساتھ تعلق قائم کر لیتا ہے۔ اور وہ اللہ کی

شانوں کا ہر وقت احساس کرتا رہتا ہے اور جامد نہیں ہو جاتا ۔صالح انقلابی ذہنیت کا یہی نتیجہ ہونا چاہیے ۔ایسا انقلابی مرنے کے بعد حظیرۃ القدس میں جگہ پاتا ہے +

اللہ کا فضل انسان کی ارتفاقی زندگی کا انتہائی درجہ ہے +

اللہ کا رضوان انسان کی اقترابی زندگی یعنی اللہ کا قرب اور نزدیکی حاصل کرنے کا آخری درجہ ہے +

نبی اکرم صلعم کی جماعت کی خوبی | مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ (محمد رسول اللہ اور اُن کے ساتھی) سے جو جماعت پیدا ہوئی ہے ۔اُس کی زندگی ارتفاق اور اقتراب دونوں کے لحاظ سے نمونے کی زندگی ہے ۔ اُنھوں نے بین الاقوامی حکومت بھی پیدا کی اور قرب الٰہی کے بھی اُونچے سے اونچے درجوں تک پہنچے ۔اُن کا یہ کارنامہ قیامت تک کے انقلابیوں کے لیے اعلیٰ درجے کا نمونہ ثابت ہوگا ۔ہم ہیں اس نمونے پر اور

له ارتفاق کا مادہ رفق ہے جس میں نرمی کے معنی پائے جاتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ کشش ثقل (Gravity) اور کشش اتصال (Cohesion) کی وجہ سے چیزوں کو اُٹھانا اِدھر اُدھر لے جانا یا ان کی شکل بدلنا بہت مشکل ہے ۔ان دونوں قوتوں کو رام کرنے کے لیے قوی تر قوت لگانی پڑتی ہے ۔لیکن قوت کے استعمال سے ہم بہت کام لے سکتے ہیں ۔چنانچہ تھوڑی قوت اور محنت کے استعمال سے ہم زیادہ نتائج حاصل کر سکتے ہیں جیسے براما پریس (Bramah-Press) میں ایک پسٹن (Piston) پر ایک پاؤنڈ وزن ڈال کر دوسرے پسٹن سے جس کی سطح کا رقبہ پہلے سے سو گنا ہو، ایک سو گنا دباؤ پیدا کیا جا سکتا ہے ۔یہ اللہ تعالیٰ کا "فضل" ہے ۔ ایسے ہی زراعت میں ایک دانہ بو کر سات سو دانے حاصل کیے جا سکتے ہیں (فضل کے معنی ہیں زیادتی)، ارتفاقات کی منزل میں اللہ تعالیٰ کا "فضل" اس شکل میں ظاہر ہوتا ہے ۔

رضوان :- اللہ تعالیٰ کی رضا یا خوشنودی کا ظہور ملأ اعلیٰ کے ذریعے سے ہوتا ہے اور اس کے واسطے سے انسان کا قلب اللہ تعالیٰ کی تجلیات قبول کرنے کے قابل ہو جاتا ہے +

Marfat.com

نمونے ڈھلتے رہیں گے، لیکن اصل نمونہ یہی ہو گا۔ حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ نمونے کے اس اوّلین دَور کو حضرت عثمانؓ کی شہادت پر ختم مانتے ہیں[1] اور اس دَور کی تاریخ کے جس اعلیٰ پائے کے وہ شرح کرنے والے ہیں، اُس سے بہتر کوئی دُوسرا عالم نہیں مل سکتا۔

اس سے پہلی آیت میں بتایا گیا تھا۔ کہ قرآن کا قانون بین الاقوامی درجے پر غالب رہنا چاہیے۔ یہ جماعت اپنے فیصلے سے اس ذمّہ داری کو قبول کرتی ہے۔ یَبْتَغُوْنَ (چاہتے ہیں) سے یہی مراد ہے، کہ اپنی مرضی اور فیصلے سے" چاہتے ہیں"۔

(۵) سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط

[اُن کی نشانی ان کے موہنوں پر ہے سجدے کے اثر سے]

سجدے کی روح ـــ قربانی ـــ ان کے اندر داخل ہو چکی ہے۔ اور اس سے وہ اس قدر نڈر ہو چکے ہیں۔ کہ ان کے چہرے سے ایک نُور اُبلتا ہے وہ ہر ایک مصیبت کو برداشت کرنے کے لیے آمادہ ہیں۔ اُنہیں راہِ حق سے کوئی مصیبت ہٹا نہیں سکتی۔

(۶) ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ

[ان کی تمثیل تورات میں (پہلے ہی) بیان کر دی گئی ہے]

تورات اور انجیل میں اس جماعت کا ذکر تورات میں اس کا اشارہ مجمل ہے چنانچہ تورات میں ہے کہ مَیں بنی اسماعیل کو اتنا ہی بڑھاؤں گا۔ جتنا بنی اسحاق کو۔ میں انہیں ایک بڑی قوم بناؤنگا۔

---

[1] ازالۃ الخفاء مقصدِ اوّل ص۲۰۲ (مرتب)

نیز ایک اور جگہ ہے۔ کہ :۔

"اور خداوند نے مجھ سے کہا:۔ کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں میں اُن کے لیے اُن کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سُنے گا، تو میں اُن کا حساب اُس سے لوں گا"

(استثناء باب ۱۸ آیات ۱۲ - ۲۰)

(ز) وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ

[اور انجیل میں ان کی تمثیل، جیسے کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا، پھر اُس کی کمر مضبوط کی۔ پھر وہ موٹا ہوا پھر اپنی نال پر کھڑا ہو گیا۔ کھیتی والوں کو خوش لگتا ہے

اس سلسلے میں انجیل کے مندرجہ ذیل مقامات لائق توجہ ہیں :۔

انجیل مرقس باب ۴ آیات ۳ - ۹ میں ہے کہ :۔

"سنو، دیکھو، ایک بونے والا بیج بونے نکلا اور بوتے وقت ایسا ہوا کہ کچھ راہ کے کنارے گرا اور پرندوں نے آکر اُسے چُگ لیا۔ اور کچھ پتھریلی زمین پر گرا۔ جہاں اسے بہت مٹی نہ ملی، اور گہری مٹی نہ ملنے کے سبب جلد اُگ آیا۔ اور جب سورج نکلا تو جل گیا اور جڑ نہ ہونے کے سبب سوکھ گیا۔ اور کچھ جھاڑیوں میں گرا۔ اور جھاڑیوں نے بڑھ کر اُسے دبا لیا اور وہ پھل نہ لایا۔ اور کچھ اچھی زمین پر گرا وہ اُگا اور بڑھ کر پھلا اور کوئی تیس گنا کوئی ساٹھ گنا، کوئی سو گنا پھل لایا"۔

پھل لانے کی مزید کیفیت آگے چل کر آیات ۲۶-۲۷-۲۸ میں اس طرح بیان کی گئی ہیں:-

اور اس نے کہا: خدا کی بادشاہت ایسی ہے۔ جیسے کوئی آدمی زمین میں بیج ڈالے

اور رات کو سوئے اور دن کو جاگے۔ اور وہ بیج اس طرح اُگے اور بڑھے کہ وہ نہ

جانے، زمین آپ سے آپ پھل لاتی ہے، پہلے پتی، پھر بالیں، بعد اس کے بالوں میں تیار دانے

رح ، لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ [تاکہ ان سے کافروں کا جی جلائے]

خدا نے قوموں کو رسولوں کے ذریعے سے اپنی کتابیں اور ہدایتیں دیں۔ وہ لوگ اس دین کی عزت کرتے اور اپنی کتاب پر عمل کرتے، تو اُن کی عزت قائم رہتی اور ان پر کوئی دوسرا حاکم نہ ہوسکتا۔ مگر انہوں نے ان کتابوں کی عزت نہ کی۔ اور اپنے دین کا احترام قائم نہ رکھا۔ بلکہ اس کی عملاً مخالفت کی۔ یہ کفار ہیں۔

اب ایک دیندار جماعت پیدا ہوتی ہے۔ جو ان پر غالب آجاتی ہے۔ کفار اپنے آپ کو بھی دیندار سمجھتے ہیں۔ انہیں غصہ آتا ہے۔ یہ لوگ ہمارے دین پر غالب کیوں آگئے؟ لیکن حکمتِ الٰہی کا تقاضا ہے۔ کہ یہ باعمل جماعت، جو مرنے پر آمادہ ہے، ان ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھنے والوں یا نیم دلی سے اپنے دین کو ماننے والوں پر غالب آجائے۔

ان نام نہاد "دیندار" قوموں کو مغلوب کرنا ایک دن کا کام نہیں ہے یہ انقلاب قیامت تک جاری رہے گا۔

کیا مہاجرین کی پہلی جماعت کے ذریعے ہند، ترکستان اور سوڈان فتح ہوسکتے تھے؟ یہ قرآنی تحریک کی ترقی ایسی ہے جیسے کھیتی کا نشوونما پانا۔ یہ چھومنتر کا کام نہیں ہے انقلابی کام ہے۔ یہ طبعی چیز ہے۔ ہو کر رہے گی، مگر بعض لوگ جن کی نظر قرآن پر گہری نہیں ہے طبعی رفتار کو دین سے الگ کرتے ہیں۔ لیکن ہم امام ولی اللہ کے واسطے سے طبیعت اور دین کو ایک ہی چیز مانتے ہیں۔ یہ تحریک اس کی مثال ہے۔ یعنی جس طرح

Marfat.com

بیج بونے کے بعد کھیتی طبعی رفتار سے ترقی کرتی ہے۔ ایسے ہی یہ قرآنی تحریک طبعی طور پر ترقی کرے گی۔ اور دُنیا پر چھا جائے گی +

یہاں تک حضرتِ نبی اکرم صلعم کی جماعت کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں، جو اُن کی کامیابی کے کفیل بنے۔ اب ایک کلیے کے طور پر جامع اصول بیان کیا جاتا ہے +

(ط) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ٥

[ان میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔ اُن سے اللہ نے وعدہ کیا ہے، کہ انہیں معافی ملے گی اور بڑا اجر ملے گا]

یہ نمونے کی جماعت ہے | اس انٹرنیشنل تحریک کو چلانے والی جتنی جماعتیں ہیں (الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) اُن سب سے وعدہ ہے کہ اُن کی غلطیاں معاف کر دی جائیں گی۔ بشرطیکہ وہ اس پروگرام پر چلتی رہیں۔ وہ اس تحریک سے بڑے بڑے فائدے حاصل کریں گے۔ اِس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی +

رسول اللہ کی جماعتی کامیابی جو نمونے کے طور پر قرآن کی عملی زندگی پیش کرتی ہے، وہ اس آخری آیت میں ضبط کر دی گئی ہے۔ اس نمونے پر قیامت تک عمل کرنا ہوگا۔ اب قرآن شریف کو کسی اور نمونے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اور نہ انسانیت کو کسی اور کتابِ الٰہی کی حاجت۔ تمام مسلمانوں پر ایسی جماعت کا قائم رکھنا فرض ہے

Marfat.com

سُورۂ فتح کا خُلاصہ

اور

سُورۂ حُجرات کے ساتھ رَبط

سُورۂ فتح کا خلاصہ سورۂ فتح میں قرآن حکیم کے عظیم الشان نصب العین کا اعلان کیا گیا ہے جس کا منشا یہ ہے، کہ قرآن حکیم کا قانون تمام دوسرے قانونوں پر غالب رہنا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ یہ نصب العین قرآن حکیم کے بین الاقوامی غلبے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اِس سورت میں آنے والی بین الاقوامی جنگوں کی طرف بھی صاف الفاظ میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔ پھر اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ قومی انقلاب کی تکمیل کے بغیر کوئی بین الاقوامی انقلاب سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ اور قومی و بین الاقوامی انقلابوں کے لیے نہایت اعلیٰ درجے کے ضبط کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس سورت میں . . . . . . اس قسم کے ضبط کی حد یہ بیان کی گئی ہے، کہ جو شخص قرآن حکیم کی انقلابی جماعت میں شامل ہو کر اس کے کسی حکم کے ماننے سے انکار کر دے اُسے سخت سے سخت سزا دی جا سکتی ہے۔ یہاں تک کہ آخری حالت میں موت کی سزا بھی مل سکتی ہے۔ پھر اس قانون کے ماننے والوں کی حالت بھی یہ بیان کی ہے کہ وہ اُن لوگوں پر بڑی سے بڑی سختی کرنے کو تیار رہیں، جو اس قانون کو تسلیم کرنے سے انکار کر کے

Marfat.com

علانیہ میدانِ جنگ میں اتر آئیں ۔

اس قسم کی نئی جماعت فاتح ہوکر پرانے رجعت پسندی کے دور کو ختم
چاہیے تو اُس کے لیے ضروری ہوتا ہے، کہ وہ سوسائٹی میں نئی تہذیب کی بنیاد ر
وہ نئی تہذیب اس نئے نظام کے پوری طرح مناسب ہوتی ہے ۔ جب سوسائٹی
نئی تہذیب میں پرورش پانے کی عادی ہوجاتی ہے، تو اُسے نئے نظام پر عمل ک
آسان ہوجاتا ہے ۔ اگر فقط حکومت میں تبدیلی پیدا کی جائے اور تہذیب پہلی ہی
رکھی جائے ۔ تو چند دنوں کے بعد ویسی ہی رجعت پسند جماعت پیدا ہوجاتی ہے
اس لیے انقلابی جماعت رجعت پسندی کا دور ختم کرنے کے لیے عموماً نیا مرکز
بساتی ہے ۔ جس میں نئی تہذیب منظم کی جاتی ہے ۔

اسلام کی سیاسی قوت فتحِ مکہ کے وقت سے شروع ہوتی ہے ۔ اور مکہ
کا پرانا مرکز تھا ۔ نئی تہذیب کے لیے ایک نئے مرکز کی ضرورت تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے
مسلمانوں کے واسطے مدینہ طیبہ میں رہنا آسان کر دیا ۔ مدینہ منورہ کی حالت شرو
میں شہر کی نہ تھی ۔ وہ چند بستیوں کا مجموعہ تھا، جن میں انصار اور یہود کے قبیلے ب
تھے ۔ انہی میں بنی نجار کی بستی تھی ۔ جس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
مسجد بنائی ۔ اور اس مسجد اور بستی کو نئی تہذیب کا منبع بنایا ۔

سورہ حجرات کے ساتھ ربط اس نئی سوسائٹی کی تہذیب جن قاعدوں پر چلے گی ۔ ان
کا ذکر سورۂ حجرات میں آتا ہے ۔

جملہ حقوق بحقِ مرتب محفوظ ہیں

قرآنی

عنوانِ انقلاب

فہرستِ مضامین

عنوان	صفحہ
مقدمہ	۷
ضبط کی ضرورت	۷
اسلامی جماعت میں ضبط	۸
اس ضبط کا مقصد	۹
انقلاب کی طبعی رفتار	۹
صلح حدیبیہ کا مقام تاریخ اسلام میں	۹
امام ولی اللہ کا فکر	۱۲
سورۂ فتح کا تعلیمی سبق	۱۳
موت قبول کرنے کی منزل	۱۵
قرآن اجتماعی جنگ کا قائل ہے	۱۵